ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
37
www.tanzeem.org
مسلسل اشاعت کا
32واں سال
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
تنظیم اسلامی کا ترجمان
9 تا 15 ربیع الاوّل 1445ھ / 26 ستمبر تا 2 اکتوبر 2023ء

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

''اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا!''

کلمۂ توحید میں، اذان میں، نماز میں، غرض ہر جگہ آپ ﷺ کا نام اللہ کے نام کے ساتھ آتا ہے، اس سے بڑی بلندیٔ ذکر اور کیا ہوسکتی ہے۔ زمین میں ہر جگہ، سمندروں میں، فضاؤں میں، ہر گھڑی، ہر وقت آپؐ کا ذکر ہوتا ہے، درود پڑھا جاتا ہے، حدیث پڑھی جاتی ہے، جس کی ہر روایت میں دو دو تین تین بار آپؐ کا نام مبارک اور درود پڑھا جاتا ہے۔ جب تک اس کلمے کا اعتراف نہ ہو کوئی مومن نہیں ہوسکتا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس سے زیادہ بلندیٔ ذکر، رفعتِ نام اور رفعتِ مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ بحر و بر ہر گھڑی، ہر آن اس آواز سے گونج رہے ہیں، یہ مقام مخلوقات میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ لوحِ محفوظ میں بھی آپؐ کا ذکر بلند ہے، نسلیں گزر جائیں گی، ہزاروں لاکھوں سال گزر جائیں گے اور کروڑوں، اربوں، کھربوں انسان اس نام مبارک کو لے رہے ہوں گے، گھر گھر میں، گلی کوچے میں، مسجد و مدرسہ میں، غرض بحر و بر میں اور فضاؤں میں یہی ورد ہوگا کہ:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ○ اللّٰھم صلی وسلم وبارك علیه

مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کائناتِ ارضی و سماوی میں آپؐ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔

سید قطب شہید ؒ

اس شمارے میں

امریکہ، چین سرد جنگ
امیر سے ملاقات (19)
حضور ﷺ سے محبت و عقیدت کے اصل تقاضے
پاکستان: پارلیمانی نظام بمقابلہ صدارتی نظام
حضور ﷺ: اخلاقِ حسنہ کے پیکر
یہ آندھیوں سے اندھیروں کا اتحاد ہے کیا؟

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1053

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 45 تا 47

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاہُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ فَاِذَا ہُمۡ فَرِیۡقٰنِ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ
یٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّیِّئَۃِ قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ ۚ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾
قَالُوا اطَّیَّرۡنَا بِکَ وَ بِمَنۡ مَّعَکَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾

آیت: ۴۵ ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاہُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ فَاِذَا ہُمۡ فَرِیۡقٰنِ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾﴾ ''اور ہم نے بھیجا تھا قومِ ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالحؑ کو کہ تم اللہ کی بندگی کرو' تو اس پر وہ لوگ دو گروہ بن کر آپس میں جھگڑنے لگے۔''

آیت: ۴۶ ﴿قَالَ یٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّیِّئَۃِ قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ ۚ﴾ ''اُسؑ نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! تم کیوں جلدی مچاتے ہو بُرائی کے لیے' بھلائی سے پہلے؟''

تم لوگ اللہ سے خیر مانگنے کے بجائے عذاب مانگنے میں کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ سورۃ الاعراف میں ان کا یہ قول نقل ہو چکا ہے: ﴿یٰصٰلِحُ ائۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷۷﴾﴾ ''اے صالح! لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو!''

﴿لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾﴾ ''تم لوگ اللہ سے مغفرت کیوں نہیں مانگتے' تاکہ تم پر رحم کیا جائے!''

آیت: ۴۷ ﴿قَالُوا اطَّیَّرۡنَا بِکَ وَ بِمَنۡ مَّعَکَ ؕ﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہم منحوس سمجھتے ہیں تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو۔''

ہمیں خدشہ ہے کہ آپ لوگوں کی نحوست کی وجہ سے ہم کسی آفت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

﴿قَالَ طٰٓئِرُکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ ''اُس نے کہا کہ تمہاری نحوست کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے' بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائے جا رہے ہو۔''

درس حدیث

یہ دنیا مسرت کی جاہ نہیں

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ مَا اَعۡلَمُ لَضَحِکۡتُمۡ قَلِیۡلًا وَلَبَکَیۡتُمۡ کَثِیۡرًا)) (بخاری، کتاب الرقاق)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم ان باتوں کو جان لو جو مجھے معلوم ہیں تو بہت تھوڑا ہنسو اور کثرت سے روتے رہو۔''

تشریح: انسان کی ظاہر بین آنکھ ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی جن کا تعلق اعمال کی جزا اور سزا سے ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ موت کی سختی کیسی ہے؟ برزخ میں کیا صورت حال پیش آئے گی اور قیامت کے دن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان سب چیزوں کو میں تو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے، اگر میری طرح تمہیں بھی ان حقائق کا علم ہوتا تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کی سزا اگر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو غم کے مارے چہروں پر اُداسی چھا جائے، ہولناک مستقبل کے خوف سے ہنسی کیسے آئے گی؟ دہشت زدہ انسان کو رونے کے سوا چارہ نہیں۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ، چین سرد جنگ

امریکہ چین سرد جنگ تیز سے تیز تر ہوتی ہوئی خطرناک صورتِ حال اختیار کرتی جا رہی ہے۔ مسئلہ کیا ہے؟ درحقیقت امریکہ جو 80 سال سے اقتصادی اور عسکری سطح پر نمبرون عالمی قوت ہے، وہ اگلی صدی میں بھی ہر صورت اپنی یہ پوزیشن برقرار رکھنا چاہتا ہے جبکہ چین جس نے ترقی کا سفر 1950ء سے شروع کیا تھا، انتہائی سرعت سے آگے بڑھ رہا ہے اور جلد از جلد امریکہ سے یہ پوزیشن چھین لینا چاہتا ہے۔ لہٰذا ان دو ہاتھیوں کے درمیان اس حوالے سے زبردست جنگ جاری ہے اور پاکستان جیسے پسماندہ ممالک بُری طرح کچلے جا رہے ہیں۔

فی الوقت اقتصادی سطح پر صورتِ حال یہ ہے کہ امریکہ تقریباً پچیس کھرب ڈالر کی اکانومی ہے اور چین ساڑھے اٹھارہ کھرب ڈالر کی اکانومی ہے۔ اس لحاظ سے ابھی کافی فرق ہے اور عسکری لحاظ سے قوت کا فرق اس سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ باریک بین تجزیہ نگاروں کو امریکہ پر بڑھاپے اور زوال کے کچھ اثرات دکھائی دے رہے ہیں۔ جبکہ چین بلندیوں کی طرف سفر طے کر رہا ہے اور اُس پر تازگی کے اثرات نمایاں ہیں۔ جس سے امریکہ گھبراہٹ کا شکار ہے۔ چین کے BRI یعنی Belt & Road Initiative منصوبے نے امریکہ کی راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ CPEC یعنی China Pakistan Economic Corridor اسی بڑے منصوبے کا ایک اہم حصہ ہے جس کا ایک عرصہ سے آغاز ہو چکا ہے۔ BRI اگر کامیابی کے مراحل طے کر لیتا ہے تو چین اپنے مقاصد پا لے گا۔ لیکن امریکہ بڑی کامیابی کے ساتھ اُس کے راستے میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کر رہا ہے۔ پاکستان اور چین کی دوستی کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ شہد کی طرح میٹھی، کوہ ہمالیہ کی طرح بلند و بالا اور سمندر کی گہرائی جیسی گہری ہے اور پاکستان CPEC بڑی کامیابی سے آگے بڑھا رہا تھا، لیکن پھر پہلے مرحلہ میں CPEC پر کام slowdown کرایا گیا۔ بعد ازاں اس گہری دوستی پر 2022ء میں ایک خوفناک شب خون مارا گیا جس سے پاکستان مشرق سے اچھل کر مغرب میں جا گرا۔ اُدھر چین اور روس جن کے درمیان دو تین دہائیاں پہلے اچھی خاصی چشمک تھی اُن میں نہ صرف دوستی ہو گئی بلکہ وہ امریکہ کے خلاف اتحادی بن گئے۔

امریکہ یوکرائن میں دخل اندازی کر کے اُسے نیٹو کا رکن بنانا چاہ رہا تھا تاکہ اُسے روس کی بغل میں رسائی حاصل ہو جائے۔ روس نے چین سے طویل مشورہ کے بعد یوکرائن پر حملہ کر دیا۔ اب امریکہ روس یوکرائن جنگ کو طویل کر کے روس کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور روس اپنے اس حملے کو اس حوالے سے کامیاب سمجھتا ہے کہ یوکرائن کو نیٹو کا رکن بنانے کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا ہے اس ماحول اور پس منظر میں بھارت میں G-20 کانفرنس کا انعقاد ہوا ہے۔ اس کانفرنس سے درحقیقت ورلڈ آرڈر قائم کرنے والوں کا دائرہ بڑھایا گیا ہے۔ پہلے G-7 یہ کام کرتا تھا، اب G-20 کو اعتماد میں لیا گیا ہے۔ چین اور روس نے اس کانفرنس کا بائیکاٹ کر کے اس کی اہمیت اور اثرات کم کرنے کی شعوری کوشش کی ہے۔ امریکہ نے اس کانفرنس میں بھی چین کو ٹارگٹ کرنے کی کوشش کی ہے اور چین کے BRI منصوبے کے مقابلے میں سعودی عرب کے ذریعے IMEC یعنی India Middle East Europe Economic Corridor کا منصوبہ پیش کر دیا ہے تاکہ چینی منصوبے کو ناکام بنایا جائے یا کم از کم پیچھے دھکیل دیا جائے۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

9 تا 15 ربیع الاوّل 1445ھ — جلد 32
26 ستمبر تا 2 اکتوبر 2023ء — شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ......800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اس وقت سعودی عرب کی پالیسی خاصی ناقابل فہم ہے ایک طرف وہ چین کی وساطت سے ایران سے تعلقات بحال کر رہا ہے اور دوسری طرف چین کے مقابلے میں امریکہ کا ایک پراجیکٹ لانچ کر کے اُس کا یوں ساتھ دے رہا ہے۔ لگتا ہے سعودی عرب دونوں طرف کھیل رہا ہے۔ ہماری رائے میں سعودی عرب کو یہ طرزِ عمل مہنگا پڑ سکتا ہے۔ امریکہ کی کسی مسلمان ملک سے دوستی اُس مسلمان ملک کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ محمد بن سلمان کا فوکس نیوز کو جو خالصتاً صہیونیوں کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ انٹرویو دیتے ہوئے یہ کہنا کہ سعودی عرب اور اسرائیل کے تعلقات کی بحالی میں روزانہ کی بنیاد پر پیش رفت ہو رہی ہے۔ ہماری رائے میں یہ سوچ اسلام کے نقطہ نظر سے اور فلسطین کاز سے غداری کے مترادف تو ہے ہی کیونکہ یہ خالصتاً مادی اور دنیوی سوچ ہے۔ جس کا آج کے مسلمان حکمرانوں کے ذہنوں پر غلبہ ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ خود سعودی عرب کی سکیورٹی کے حوالے سے انتہائی خطرناک ہے۔ سعودی عرب کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اسرائیل کا اصل ایجنڈا جو اُن کے ایمان کا حصہ بھی ہے، وہ گریٹر اسرائیل کا قیام ہے۔ جس میں مدینہ منورہ سمیت سعودی عرب کی اچھی خاصی سرزمین شامل ہے اور اسرائیل اپنے اس ایجنڈے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ امریکہ اسرائیل کا حقیقی سرپرست ہے۔

جہاں تک IMEC کا تعلق ہے امریکہ کا اصل مقصد چین کو آگے بڑھنے سے روکنا ہے اور چونکہ بھارت اور چین کے تعلقات بھی اچھے نہیں ہیں اور بھارت علاقے کی ایک بڑی طاقت بھی ہے لہٰذا امریکہ بھارت کو استعمال کر رہا ہے۔ لیکن بھارت اس کی پوری قیمت وصول کر رہا ہے بلکہ بھارت تو اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے کہ مڈل ایسٹ میں جس طرح اسرائیل امریکہ کے لیے ناگزیر ہے بلکہ بقول ’’امریکہ کے اسرائیل کا دفاع امریکہ ہی کا دفاع ہے‘‘ اسی طرح بھارت سمجھتا ہے کہ ایشیا میں امریکہ کے لیے وہی حیثیت بھارت کو حاصل ہے۔ ہماری رائے میں وہ خود کو over-estimate کر رہا ہے۔ امریکہ بھارت دوستی، چین سے دشمنی اور اینٹی اسلام ہونے کی وجہ سے ہے۔ کل کلاں اگر امریکہ کی ضروریات بدلتی ہیں تو وہ بھارت کو گھاس نہیں ڈالے گا۔ بھارت نے اسی زعم میں کینیڈا میں سکھ لیڈر کو قتل کروا دیا ہے۔ کینیڈا نے اس معاملے کا شدید نوٹس لیا ہے۔ وہ اسے اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت اور اپنی سرزمین پر دہشت گردی کا ارتکاب سمجھتا ہے۔ بھارت کا خیال ہے اس حوالے سے بھی امریکہ اُس کی پشت پناہی کرے گا لیکن فی الحال بھارت کو لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔ اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ بالآخر امریکہ بھارت کو ریلیف دلا دے گا لیکن امریکہ ہرگز فری لنچ کا قائل نہیں۔ وہ وقت آنے پر بھارت کا بازو مروڑے گا اور اس فیور کی قیمت وصول کرے گا۔ اس لیے بھی کہ اگرچہ بھارت خطے میں امریکہ کے دوست اور اتحادی کا رول ادا کرتا ہے لیکن مختلف مواقع پر اڑی (نہ ماننے کی ضد) بھی کرتا ہے۔

قصہ مختصر دنیا ایک بار پھر واضح طور پر دو (2) بلاکس میں تقسیم ہو گئی ہے۔ امریکہ اور یورپ ایک طرف ہیں اور ہمارے خطے میں بھارت اُن کے 95% ساتھ ہے۔ پاکستان پر امریکہ ویسے ہی کنٹرول حاصل کر چکا ہے بلکہ صحیح تر الفاظ میں پاکستان کو وہ گردن سے دبوچ چکا ہے۔ ہمیں تشویش ہے کہ پاکستان کی صورتِ حال بڑی خطرناک ہے۔ اس وقت جبکہ ہم اقتصادی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں اگر ہم یونہی امریکی سپردگی میں رہے تو چین کسی بھی وقت تیور بدل سکتا ہے۔ ہم پر سب سے زیادہ قرضہ چین کا ہے اگر چین کسی انتہائی قدم پر اتر آیا تو ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہمارے فیصلہ سازوں اور کارپردازوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نیوٹرل رہنے کے لیے بھی کوئی پوزیشن، کوئی حیثیت اور کچھ طاقت ہونی چاہیے۔ لہٰذا سعودی عرب تو دونوں طرف کھیل کر عارضی طور پر کچھ فوائد حاصل کر لے گا۔ کیونکہ وہ ایک مضبوط اقتصادی قوت ہے، لیکن ہم جب تک آزاد خارجہ پالیسی اپنانے کے قابل نہیں ہوتے، ہمیں اپنے خطے کی بڑی قوت کے ساتھ چلنا ہوگا۔ اور مغرب کی بجائے مشرق کی طرف دیکھنا ہوگا ورنہ ہم نہ گھر کے رہیں گے نہ گھاٹ کے۔ ❁❁❁

پریس ریلیز 22 ستمبر 2023ء

کینیڈا میں سکھ رہنما کے قتل سے بھارت بطور دہشت گرد ملک بے نقاب ہو گیا ہے

شجاع الدین شیخ

کینیڈا میں سکھ رہنما کے قتل سے بھارت بطور دہشت گرد ملک بے نقاب ہو گیا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ بات اب ناقابل تردید شواہد کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ کینیڈا میں خالصتان کے حامی سکھ رہنما ہردیپ سنگھ کو بھارت نے ہی قتل کروایا۔ کینیڈا میں ’را‘ کے سربراہ بھارتی سفارتکار نے اس قتل کی منصوبہ بندی کی اور ٹارگٹ کلنگ کے اس قبیح منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا۔ بھارت ایک عرصہ سے پاکستان پر دہشت گردوں کی پشت پناہی کے جھوٹے الزام لگا تا رہا ہے لیکن عالمی سطح پر دہشت گردی کا پشت پناہ درحقیقت خود بھارت ہے۔ 2016ء میں پاکستان سے گرفتار ہونے والا ’را‘ کا ایجنٹ کلبھوشن جادیو بھارت کے عالمی سطح پر دہشت گرد نیٹ ورک چلانے کا زندہ ثبوت ہے۔ پھر یہ کہ مودی کے دورِ حکومت میں نہ صرف بھارتی مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی گئی ہے اور کشمیر کے مسلمانوں کی نسل کشی کے منصوبے کو آگے بڑھایا گیا ہے بلکہ بھارت تمام ہمسایہ ممالک میں تخریبی کارروائیوں اور دہشت گردی میں دیدہ دلیری کے ساتھ ملوث رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اب یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا امن کا عالمی دن منانے والے مغربی ممالک بھارت کو دنیا بھر میں خوف و ہراس پھیلانے پر انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کریں گے یا نہیں۔ اُنہوں نے مسلم ممالک کے سربراہان پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کشمیر میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے اور دیگر ممالک میں دہشت گردی میں ملوث بھارت کا فی الفور معاشی اور سفارتی مقاطعہ کیا جائے اور بھارتی دہشت گردی کا نشانہ بننے والے افراد کو انصاف کی فراہمی میں ہر طرح سے معاونت فراہم کی جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

عام آدمی اشارہ بھی توڑ دے تو فوراً دو ہزار کا چالان بھگتتا ہے جبکہ اربوں کھربوں کی کرپشن کرنے والوں کو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔

لوگ بجلی کے بل ادا کریں، پٹرول ڈلوائیں یا روٹی کا بندوبست کریں۔

بالواسطہ ٹیکسز کے نتیجے میں سارا بوجھ عوام اُٹھا رہے ہیں جبکہ اشرافیہ کے لیے ساری مراعات ہیں اور ان پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔

بظاہر کرپشن، ناانصافی، آئی ایم ایف کی غلامی، Bad گورننس ہماری تباہی کی وجوہات ہیں لیکن اگر ہم وحی کی نظر سے دیکھیں تو جس وجہ سے ہم نے اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

سوال: مہنگائی کا طوفان ہے، بجلی اور پٹرول کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور مزید بڑھیں گی، یہ معاملہ ہمیں کہاں تک لے کر جائے گا اور کوئی نجات بھی ممکن ہے یا نہیں ہے؟ کوئی بھی یہ خوشخبری نہیں سنا رہا کہ یہ سب کیسے کنٹرول ہوگا۔ مزید قرض لیں گے تو مہنگائی مزید بڑھے گی۔ کیا ہماری حالت اس نشئی کی نہیں ہے جو نشے میں اضافہ کرتا ہے، پھر پیسے مانگتا ہے، چوری کرتا ہے، گھر کے برتن اور چیزیں بیچتا اور نشہ لیتا ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ کر سکتے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ہم نے تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ''بقائے پاکستان: نفاذِ عدل اسلام'' کے عنوان سے تین ہفتے کی مہم 11 اگست سے 3 ستمبر تک چلائی ہے۔ اس میں ہم نے اسی بات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کے نظام عدل کو قائم کیا جائے۔ عدل اسلام کا کیچ ورڈ ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں بھی اس کی تعلیم کثرت سے ملتی ہے۔ اگر آپ اس وقت ہمارے معاشرے کی صورت حال دیکھیں تو ایک طرف وہ لوگ ہیں جو ہمیں آٹے کی لائن میں مرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بجلی کے بلوں کی وجہ سے ہارٹ اٹیک ہو رہے ہیں، ایک بندہ بجلی کا بل دے یا اپنے بچوں کو روٹی کھلائے۔ لوگ اس وجہ سے پریشان ہو کر خودکشیاں کر رہے ہیں۔ اب معاملہ اس سے بھی آگے بڑھ گیا کہ لوگ بجلی کے بل ادا کریں یا پٹرول ڈلوائیں یا روٹی کا بندوبست کریں۔ ستر اسی فیصد آبادی تو اسی کشمکش میں پڑ چکی ہے۔ دوسری طرف طبقہ اشرافیہ ہے جس کے لیے ساری مراعات ہیں، حالات جیسے بھی ہوں ان کے لیے فوائد ہیں۔ یہ عدم توازن ناانصافی اور ظلم ہے اور ظاہر ہے اس ظلم اور زیادتی کے نتائج بھی ہم پر مسلط ہیں۔ اشرافیہ کی لوٹ مار اور کرپشن پر اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ عام آدمی اشارہ بھی توڑ دے تو دو ہزار کا چالان فوراً ہو جائے گا لیکن اربوں کھربوں کی کرپشن کرنے والوں کو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔ پھر ان کو پلی بارگین کی سہولت بھی دے دی گئی۔ اس کا سارا بوجھ عوام پر آتا ہے۔ بڑے بڑے جاگیردار ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ زراعت پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ یہ طبقاتی کشمکش بھی ہمارے ملک میں ہے۔ بظاہر کرپشن، ناانصافی، آئی ایم ایف کی غلامی، Bad گورننس یہ سب ہماری تباہی کی وجوہات ہیں لیکن اگر ہم وحی کی روشنی میں دیکھیں تو جس وجہ سے ہم نے اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے وہ اللہ کی نافرمانی

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہے۔ سود کی وجہ سے ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حالت جنگ میں ہیں۔ ہمیں ظاہری اسباب تو نظر آتے ہیں، بقول استاد محترم بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہماری ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے اور وہ مادہ پرستی والی، ظاہر کی چیزوں کو دیکھنے والی آنکھ ہے۔ ظاہر کی نفی ہم نہیں کرتے مگر اصل وحی کی روشنی میں دیکھنے والی آنکھ ہے، وہ نگاہ اکثر و بیشتر ہماری بند ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بتاتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: 41) ''بحر و بر میں فساد رونما چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب''

ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾﴾ (طٰہٰ) ''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اُس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کر کے)۔''

اگلی آیات میں ہے کہ بندہ پوچھے گا کہ اے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا حالانکہ دنیا کی زندگی میں میں سب کچھ دیکھتا تھا۔ اللہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا، اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے۔ لہٰذا وحی کی آنکھ کہتی ہے کہ دنیا میں معیشت کی تنگی قرآن سے اعراض کی وجہ سے ہے۔ قرآن کی تعلیمات اپنا نفاذ چاہتی ہیں۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اگر ہم قرآن کے احکام یہاں نافذ نہیں کرتے تو پھر ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہوگی۔ اللہ فرماتا ہے سود کو چھوڑ دو لیکن ہم ڈنکے کی چوٹ پر سود کا دھندہ بڑھا رہے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے بے حیائی کو چھوڑ دو، ہم بے حیائی اور زنا کے نئے سے نئے راستے کھولتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ پردے کے احکامات پر عمل کرو، ہم دن بدن لباس سے اپنے آپ کو آزاد کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے نماز مقرر اوقات میں فرض ہے ہم گن کر پانچ کی پانچ ضائع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، اللہ فرماتا ہے رشتہ دار کے ساتھ بھلا سلوک کرو، ملاوٹ نہ کرو، حقوق العباد کو ادا کرو۔ لیکن ہم ہر حکم کی خلاف ورزی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی خلاف ورزی کی وجہ سے اللہ نے پرانی قوموں کو سزائیں دی تھیں۔ فرعون نے اسی طرح بنی اسرائیل کو معاشی، سیاسی اور سماجی غلام بنایا ہوا تھا لہٰذا اللہ کا عذاب آیا، شعیب علیہ السلام کی قوم اسی طرح ناپ تول میں کمی کرتی تھی، لوط علیہ السلام کی قوم بے حیائی کے کاموں میں ملوث تھی تو اللہ نے عذاب بھیجا۔ وحی کی روشنی سے ہم دیکھیں گے تو ہمیں اپنی تباہی کی وجوہات نظر آجائیں گی۔ لیکن ہم دیکھنے کو تیار نہیں ہیں۔ پھر اللہ کا کلام عوام کی کفالت کو ریاست کی ذمہ داری قرار دیتا ہے، جرائم کے خاتمے کے لیے سزاؤں کا حکم دیتا ہے، سود، جوئے، سٹے اور حرام کمائی کے تمام ذرائع کو حرام قرار دیتا ہے۔ اللہ کا کلام زکوٰۃ اور عشر کا حکم دیتا ہے، وراثت کی تقسیم میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ اللہ کا کلام زر کے بارے میں کہتا ہے:

﴿ كَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ﴾

(الحشر: 7) ''تاکہ وہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان گردش میں نہ رہے۔''

اگر ہم ان احکامات پر عمل کرتے تو آج صورتحال مختلف ہوتی ،قرآنی تعلیمات سے اعراض کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا یہ ہمارے وہ اجتماعی جرائم ہیں جن کی وجہ سے آج ان مصائب میں ہم مبتلا ہیں۔ آج ہم یہ تو دیکھتے ہیں کہ اگر آئی ایم ایف کو ناراض کر دیا تو مسئلہ خراب ہو جائے گا، اگر تین ارب ڈالر نہیں ملیں گے تو ہماری معیشت بیٹھ جائے گی، اگر ہم نے ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تو ہمارے بچے بھوکے رہ جائیں گے، ان کی ساری باتیں ماننے کے بعد کیا پاکستان میں دودھ کی نہریں بہہ گئی ہیں؟ کیا ہمارے بچوں کے منہ میں سونے کا نوالہ آ چکا ہے؟ کیا ہمارے گھروں کے اندر اے ٹی ایم مشینیں لگ گئی ہیں کہ جو پیسہ اُگل رہی ہیں؟

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پھر اصل مسئلہ کیا ہے اس مملکت خداداد کو ہم نے لیا اللہ تعالیٰ کے نام پر، بانی تنظیم اسلامیؒ فرماتے تھے کہ بقیہ اقوام میں سے کسی کی زبان ایک ہے، کسی کا خطہ ایک ہے، کسی کی نسل ایک ہے، وہ ان بنیادوں پر کھڑی رہ جائیں گی مگر ہماری نہ تو زبان ایک ہے، نہ نسل ایک ہے، نہ کوئی تاریخی پس منظر ہے، ان سب بنیادوں سے بالاتر ہو کر ہم نے کلمے کی بنیاد پر اس مملکت کو حاصل کیا تھا، جس کا نام رکھا اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ جب تک اس اصل کی طرف نہیں لوٹیں گے ہمارے حالات سدھر نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بڑی پیاری حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمہارے اول اور آخر، تمہارے جنات اور انسان تمام کے تمام کسی چٹیل میدان میں کھڑے ہوں اور مجھ سے مانگیں، میں ہر ایک کو اس کے مانگنے کے مطابق سب کچھ عطا بھی کر دوں تو میرے خزانوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی بس اتنی کہ کوئی سمندر میں سوئی ڈبو کر باہر نکال لے۔ (مسلم شریف) اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، اللہ کے لیے پاکستان کے چوبیس کروڑ عوام کے مسائل کو حل کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔ ایشو یہ ہے کہ ہم پلٹنے کو تیار ہیں کہ نہیں، ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے کو تیار ہیں کہ نہیں۔ ظاہر کے اسباب بجا ہیں لیکن ان اسباب میں کوئی تاثیر نہیں جب تک کہ مسبب الاسباب کی اجازت نہ ہو، جس نے آج یہ حالات ہم پر مسلط کیے ہمارے گناہوں کی وجہ سے وہ اللہ ان حالات کو بدل دینے پر بھی قادر ہے مگر اُس اللہ کی طے کردہ کچھ شرائط ہیں۔ پہلی شرط اجتماعی توبہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے 76 برس پہلے وعدے کیے تھے کہ اللہ تیری زمین پر تیرے کلمے کو سر بلند کریں گے۔ اگر ہم اللہ کے دین کی نصرت کی طرف آتے تو ہمارے حالات سدھر جاتے۔ تو اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

> **آج ہم یہ تو دیکھتے ہیں کہ اگر آئی ایم ایف کو ناراض کر دیا تو ہماری معیشت بیٹھ جائے گی۔ اگر ہم نے ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تو ہمارے بچے بھوکے رہ جائیں گے۔ ان کی ساری ماننے کے بعد کیا پاکستان میں دودھ کی نہریں بہہ گئی ہیں؟**

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ ﴾ (محمد) ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

آج سیاست کا بیڑا غرق، معیشت کا ستیاناس، معاشرت کا بگاڑ اپنی انتہا پر ہے۔ اللہ کہتا ہے میں تمہارے قدموں کو مضبوطی سے جما دوں گا اگر تم میرے دین کی نصرت کی طرف آؤ اور اللہ تعالیٰ اس کی برکات بھی بیان فرماتا ہے: ''اور اگر انہوں نے قائم کیا ہوتا تورات کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل کیا گیا تھا ان پر ان کے رب کی طرف سے' تو یہ کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی۔'' (المائدہ:66)

آج تورات اور انجیل تو مستند کتابیں نہیں، قرآن آج مستند کتاب ہے۔ اللہ کہتا ہے آسمان سے بھی برکتیں عطا کروں گا، زمین سے بھی برکتیں عطا کروں گا اگر تم الکتاب کے نفاذ کی طرف آؤ۔ پھر ہم مسلمان ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھئی کافروں کو بھی تو ملا ہوا ہے۔ بھئی کافروں کے لیے شرائط الگ ہیں ان کے لیے دنیا ہے، آخرت نہیں۔ تم مسلمان ہو، قرآن کریم کو ماننے کے دعویدار ہو، محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام لیوا ہو تو اگر واقعی ایمان ہے تو اس کا عمل سے ثبوت پیش کرو۔ اللہ کے دین کے ساتھ ہم مخلص ہوں گے تو ہمارے مسائل حل ہوں گے، اس سے کمتر پر نہیں ہوں گے۔ اللہ نے دنیا کا نظام کچھ اسباب پر رکھا ہے، عربی میں کہتے ہیں: (مَنْ جَدَّ وَجَدَ) ''جس نے محنت کی اس نے پا لیا۔'' کچھ بنیادی اخلاقیات ہیں۔ جن کے فوائد دنیا لیتی ہے۔ لیکن عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس جو تعلیمات ہیں ان پر عمل کریں۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے حافظ عاکف سعید کو امیر کیوں بنایا؟ (زبیر عالم، کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: اس کا جواب ہماری ویب سائٹ پر آپ کو مل جائے گا ان شاء اللہ۔ اصل میں اس سوال کے پیچھے عام سوال یہ اٹھتا ہے کہ بھائی آپ بات کرتے ہیں خلافت کی اور آپ کے ہاں تو ملوکیت آ گئی کہ والد کے بعد بیٹا امیر بن گیا۔ ماضی میں جو ملوکیت اور بادشاہت کے تصورات مسلمانوں کی تاریخ میں رہے اس کے تناظر میں یہ بات آتی ہے۔ اس میں پہلی بات یہ ہے کہ تنظیم اسلامی غلبہ دین کی جدوجہد کی کوشش کر رہی ہے، کوئی بادشاہت یہاں پر نہیں ہے، وہ تو کوئی امیر سے پوچھے نا کہ اس بیچارے پر کیا کچھ بیت رہی ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ ڈاکٹر اسرار صاحبؒ نے تنظیم کے سینئر ترین رفقاء سے برسوں کی مشاورت کے بعد، استخارہ کرنے کے بعد 2002ء میں اپنے عوارض اور دیگر وجوہات کی بناء پر محترم حافظ عاکف سعید صاحب کو تنظیم اسلامی کا امیر مقرر کیا اور خود وفات (2010ء) تک ان کی زیر امارت رہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ محترم عاکف سعید صاحب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے صاحبزادے نمبر دو ہیں لہٰذا بادشاہت والا تصور تو ہٹا دیجیے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اگر باپ نیکی پر ہو تو کیا وہ نہیں چاہے گا کہ اولاد بھی نیکی پر ہو، بلکہ اس سے آگے بڑھے اور اس کے لیے صدقہ جاریہ بنے۔ اللہ کے پیغمبروں نے تو اولاد مانگی ہے، حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد مانگی تاکہ نبوت کا جو نور اللہ نے عطا فرمایا وہ جاری رہے۔ ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے دعائیں کیں۔ اگلی بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں مشاورت کی تعلیم فرمائی۔ ہماری تنظیم کے دو بہت ہی بزرگ اور سینئر ساتھیوں نے یہ بات ڈاکٹر صاحبؒ کے سامنے رکھی کہ اگر تو آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ بیٹا اہل ہے تو اللہ پر توکل کریں، مشاورت کریں، استخارہ کریں اور فیصلہ کر دیں، اس کے علاوہ تنظیم کے دیگر رفقاء سے بھی رائے لی گئی۔ بعد ازاں ثابت بھی ہو گیا کہ یہ فیصلہ درست تھا اور تنظیم کے حق میں موزوں تھا۔ اس کے بعد آپ کے علم میں ہے کہ یہ ذمہ داری پھر گزشتہ تین برسوں سے میرے کاندھوں پر ہے۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی کی بیعت میں کل اختیار امیر کے پاس ہوتا ہے اور وہ شوریٰ کے مشورے کو ایک طرف رکھ کر اپنا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہے تو شوریٰ کیوں قائم کی گئی ہے؟ اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ جو اختیار امیر تنظیم کو حاصل ہے وہی اختیار مقامی امیر کو بھی حاصل ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: امیر تنظیم کے بعد ایک سینٹرل ایگزیکٹیو باڈی ہوتی ہے جسے ہم مرکزی عاملہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد پورے پاکستان میں بیس حلقہ جات ہیں، ہر حلقے کا ایک امیر ہوتا ہے۔ حلقہ کے تحت پھر مقامی تنظیم ہوتی ہیں جن کے امیر کو مقامی امیر کہا جاتا ہے۔ امیر جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ پہلے سب سے مشاورت کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو بھی مشاورت کا حکم دیا ہے۔

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ﴾ (آل عمران:159) ”اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں۔“

حالانکہ حضورﷺ پر تو وحی آتی تھی۔ آپ ﷺ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تھے لیکن چونکہ اُمت کے اجتماعی نظم کو ایک بنیادی اُصول دینا مقصود تھا اس لیے یہ حکم دیا گیا۔ لہٰذا اب قیامت تک جو بھی امیر ہوگا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا لازم ہے کہ وہ مشاورت سے معاملات کو لے کر چلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠﴾ (الشوریٰ: 38) ”اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔“

مشورہ دینے والے مشورہ دیں گے جب ان سے مشورہ مانگا جائے البتہ آل عمران کی آیت 159 میں ہی یہ ذکر ہے: ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ﴾ ”پھر جب آپ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر توکل کریں۔“

یعنی امیر مشورے کی سنت پر عمل کرے البتہ فیصلے کا اختیار امیر کا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تنظیم کے امیر کو یہ اختیار ہے کہ پوری شوریٰ کو ایک طرف رکھ کر وہ فیصلہ کرلے؟ اس حوالے سے بھی ہمارے لیے اُسوۂ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ہے۔ حضورﷺ صحابہ کرام ؓ سے رائے لیتے تھے، جو رائے زیادہ بھلی معلوم ہوتی تھی اس پر عمل کرتے۔ یہ منطقی بات ہے کہ پچاس افراد جب کوئی رائے دیں گے تو ان میں سے کسی ایک رائے پر ہی فیصلہ ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امیر مشاورت کے بعد اپنی کسی بہتر رائے پر پہنچ جائے۔ اس کے بعد رفقاء کے لیے لازم ہوگا کہ وہ امیر کی اطاعت کریں۔ فیصلہ وہاں نہیں مانا جائے گا جہاں معصیت کا حکم ہو۔ مشاورت میں خیر و برکت ہے، مشاورت ہونی چاہیے لیکن امیر کو فیصلے کا اختیار شریعت نے دیا ہے۔ دنیا کے ہر ادارے میں یہی اصول ہے۔ اجلاس ہوتے ہیں، مشاورت ہوتی ہے لیکن فیصلہ بہرحال ٹاپ اتھارٹی کا ہی مانا جاتا ہے۔ اگر ہر کوئی اپنا فیصلہ نافذ کرنے لگ جائے تو پھر دنیا کا نظام تلپٹ ہو جائے گا۔ آپ نماز کی مثال لیجیے۔ ایک امام مقرر ہوتا ہے اور باقی اس کی اقتداء کرتے ہیں۔ اگر وہ غلطی بھی کرتا ہے تو غلطی میں شامل رہتے ہیں اور سجدہ سہو بھی آخر میں کرتے ہیں۔ اب کوئی کہے نہیں جی اس نے غلطی کی میں تو جا رہا ہوں تو یہ بات نہیں ہوتی۔

سوال: تنظیم اسلامی نظام خلافت کی بات کرتی ہے اور تبدیلی کے لیے انتخاب کی جگہ انقلاب کا نعرہ لگاتی ہے۔ اس کے باوجود تنظیم اسلامی الیکشن اور جمہوریت کی حمایت کیوں کرتی ہے؟ (ابوعبدالاحد، لاہور)

> **تنظیم اسلامی کا اصل کام اقامت دین کی جدوجہد ہے لیکن جمہوریت کی حمایت اس لیے ہم کرتے ہیں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کے ذریعے پاکستان قائم رہ سکتا ہے۔ پاکستان قائم رہے گا تو اقامت دین کی جدوجہد بھی جاری رہے گی۔**

امیر تنظیم اسلامی: بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تبدیلی یا انقلاب کے لیے منہج انقلاب رسول ﷺ کا انتخاب کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کا کتابچہ بھی موجود ہے جس کا عنوان ہے رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب۔ اس منہج کے مطابق ہم انتخاب کی بجائے انقلابی تحریک کی بات کرتے ہیں۔ البتہ تحریک چلانے والے منظم ہوں، ایک امیر کی اطاعت پر کاربند ہوں اور اپنی ذات کی حد تک ممکنہ حد تک وہ شریعت پر عمل پیرا ہوں۔ وہ صبر اور تربیت کے مراحل سے گزرے ہوں۔ یہ منظم جماعت ایک تحریک برپا کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ تنظیم اس بات کی داعی ہے لیکن سوال آپ نے کیا کہ پھر تنظیم الیکشن اور جمہوریت کی بات کیوں کرتی ہے۔ اس حوالے سے بھی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک کتابچہ اسلام اور پاکستان کے عنوان سے موجود ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا ہے کہ جب تک انقلاب برپا نہیں ہو جاتا تب تک پاکستان میں جمہوریت رہنی چاہیے، الیکشن ہوتے رہنے چاہئیں تاکہ نظام چلتا رہے۔ نظام کو چلانے کے لیے ہمارے پاس دو ہی طریقے ہیں یا تو آمریت ہے یا پھر جمہوریت ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ یہ کہتے تھے کہ بد سے بدتر جمہوریت بھی آمریت سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ الیکشن ہوں گے عوام اپنے نمائندے منتخب کریں گے تو عوام کا اعتماد بنا رہے گا۔ ورنہ آمریت کے ذریعے عوام کا گلا گھونٹا گیا تو لاوا پھٹ سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ آمریت میں نفرت اور غصہ جنم لیتا ہے، چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے، تعصبات سر اُٹھاتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ جب تک انقلاب برپا نہیں ہو جاتا ہے، نظام بہتر طریقے سے چلتا رہے اور اس دوران ہمیں اقامت دین کی دعوت کو پھیلانے کا موقع ملتا رہے گا۔ جمہوریت ہوگی تو ہمیں بھی اپنی بات کھل کر عوام تک پہنچانے کا موقع زیادہ ملے گا۔ ہم انقلابی جدوجہد کے لیے لوگوں کی ذہن سازی کر سکیں گے۔ لیکن ہمارا اصولی مؤقف یہ ہے کہ انتخابی سیاست کے ذریعے چلتا ہوا نظام چل تو سکتا ہے لیکن بدل نہیں سکتا۔ نظام کو بدلنے کے لیے انقلاب کا راستہ ہی اختیار کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر صاحبؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ پاکستان بچے گا تو انقلاب بھی آئے گا، اگر پاکستان ہی نہ رہا تو ہم انقلاب کہاں لائیں گے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی سالمیت کے لیے آمریت کے مقابلے میں جمہوریت بہتر ہے۔ ہم یہ تجربہ ضرور کرتے ہیں مگر ہمارا اصل مقصد اقامت دین کی جدوجہد ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب ایک منظم جماعت تیار ہو جائے تو اس کے بعد باطل نظام کے خلاف کھڑے ہونا فرض ہے، کیا تنظیم اسلامی ابھی اس درجے کو نہیں پہنچی؟ اس سے میرا مقصد تنقید ہرگز نہیں ہے، تنظیم میں شمولیت کے لیے اپنی تسلی چاہتا ہے (عظمت، فیصل آباد)

امیر تنظیم اسلامی: بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے خطبات میں کم و بیش دو لاکھ کی تعداد کا ذکر کرتے تھے کہ اتنے تربیت یافتہ اور منظم افراد تیار ہو جائیں تو اس کے بعد تحریک برپا ہو سکتی ہے۔ اس قدر تعداد اس لیے ضروری سمجھی گئی تاکہ وقت کے حکمران ان کو مارنے یا گرفتار کرنے سے پہلے سوچیں کہ ہم کتنوں کو ماریں گے اور کتنوں کو گرفتار کریں گے۔ البتہ سچی بات یہ ہے کہ یہ تعداد کوئی قرآن میں مقرر تو نہیں کی گئی کہ اتنی ہی تعداد ہوگی تو ہم تحریک برپا کریں گے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے حصے کا کام کریں، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں آنے والے دور (نبی اکرم ﷺ کے دور) کے لیے راستے کو صاف کر رہا ہوں۔ لہٰذا تعداد کو ایک طرف رکھ کر ہمیں سوچنا چاہیے کہ اللہ کا بندہ ہونے کے ناطے، رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونے کے ناطے اللہ کے دین کے قیام کے لیے میں کیا کر رہا ہوں؟ کیا اقامت دین کی جدوجہد مجھ پر فرض نہیں ہے؟ اس فرض کی ادائیگی کے لیے ہمیں ایک جماعت کی ضرورت ہوگی کیونکہ اکیلے ہم یہ کام نہیں کرسکتے۔ وہ جماعت بیعت کی بنیاد پر ہو تو پھر مجھے نہ دس ہزار کی فکر کرنی ہے، نہ دو ہزار کی فکر کرنی ہے، نہ دو لاکھ کی فکر کرنی

ہے، مجھے یہ فکر کرنی ہے کہ اگر آج میری موت واقع ہوگئی تو میں کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔

سوال: جب تنظیم کے ارکان اور رفقاء کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا اور یہ جماعت اس قابل ہو جائے گی کہ منکرات کو روکے اور یکون الدین کلہ للہ پر عمل کر سکے تو کیا باطل حکومت اپنی حفاظت کے لیے تنظیم کو کالعدم نہ کر دے گی؟ (محمد بن حامد، انڈیا)

امیر تنظیم اسلامی: اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران) ''اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہر ہر لمحے کی خبر دے دی کہ فلاں دن یہ ہوگا، فلاں دن یہ گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ضروری اور بنیادی ہدایت دے دی اور اس کے بعد حضور ﷺ نے خود بھی اجتہادات کیے۔ ان کی توثیق اللہ کی طرف سے بھی آتی رہی۔ ہم واقعات پڑھتے ہیں کہ حضور ﷺ پر طائف والے اپنا دروازہ بند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یثرب کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ آج ہم بھی سیرت النبی ﷺ سے روشنی لیتے ہوئے ممکنہ حد تک اپنے فہم کو استعمال کریں گے، اللہ پر توکل کریں گے اور پھر اگر باطل کی طرف سے کچھ تکالیف آنا ہمارے مقدر میں لکھا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

((اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد)) ''اے اللہ جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی نصیبہ ور کا نصیبہ تیرے مقابلہ میں اسے نفع نہیں پہنچا سکے گا۔''

ہم اولاً پاکستان میں محنت کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں ایک عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے اور جن کے ہاتھ میں اختیار اور اقتدار ہے وہ بھی کلمہ گو مسلمان ہیں۔ کیوں نہ ہم ان کو ہی دعوت دیں جن سے ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہمارا راستہ روکیں گے۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مانگا تھا۔ وہی تلوار جو اسلام کی دشمنی میں نکلی تھی وہ اسلام کے دفاع میں استعمال نہیں ہوئی؟ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے دعوت کے پیش کرنے میں کمی ہے اور جتنا دین ہمیں معلوم ہے اور جتنے دین پر ہم عمل کر سکتے ہیں خدا کی قسم اس پر عمل کرنے میں ہماری کوتاہی ہے اس لیے اللہ کی نصرت شامل حال نظر نہیں آ رہی۔ لہٰذا دعوت کا کام بھی کیجیے اور اپنے عمل اور کردار کی گواہی بھی پیش کیجیے، دلوں کو بدلنے والی ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہے، جب تک کوئی بالفعل اقدام کا مرحلہ نہیں آتا تب تک یہ دعوت کا عمل، دلوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے کا عمل، قرآن حکیم سے جوڑنے کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہنا چاہیے۔ یہ ہم نے پاکستان کے معروضی حالات کے تناظر میں تجزیہ کیا ہے البتہ ایسے ممالک جہاں مسلمان آباد ہیں اور وہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے وہاں تجزیہ مختلف ہوگا۔ کسی اور موقع پر اس حوالے سے تجزیہ کریں گے ان شاء اللہ۔

سوال: توہین صحابہ ؓ کیا ہے وضاحت فرمائیے؟ (محمد عبداللہ، سیالکوٹ)

امیر تنظیم اسلامی: یہ ایک تفصیل طلب مسئلہ ہے۔ حال ہی میں اس حوالے سے ایک بل بھی اسمبلی میں آیا ہے۔ صدر مملکت نے اس کو واپس کر دیا۔ اس پر کچھ لوگوں کی طرف سے کچھ اعتراضات پیش کیے گئے ہیں۔ حالانکہ اس بل کا اصل مقصد یہ تھا کہ مقدسات کی توہین نہ ہو۔ آئین کے آرٹیکل 295 میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور کتابوں کے تقدس کے تحفظ کی بات تو پہلے سے موجود ہے۔ انبیاء کرام ؑ کے بعد افضل ترین جماعت صحابہ کرامؓ کی ہے جن میں اہل بیت بھی شامل ہیں۔ ان کے احترام و ادب کا معاملہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ ہر جمعہ کے خطبہ میں ہم پڑھتے اور سنتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جوان کے قریب ہوں، پھر وہ جوان کے قریب ہوں۔ اس کے بعد ایک اور حدیث میں فرمایا: ''میرے بعد میرے صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اور ان کو ہدفِ ملامت نہ بنانا' اس لیے کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

ماضی میں ہم نے دیکھا کہ پاکستان کے اندر کچھ شریر قسم کے لوگوں کی طرف سے مقدسات کی توہین کی گئی اور مقدسات سے اس وقت میری مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔ یہ ہمارے لیے انتہائی ناقابل برداشت ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ﴾ (البینۃ: 8)

''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔''

جن ہستیوں کے بارے میں اللہ سابقون الاولون کے الفاظ استعمال فرماتا ہے۔ جن ہستیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ﴾ (البقرۃ: 137) ''پھر (اے مسلمانو!) اگر وہ (یہود ونصاریٰ) بھی اُسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تب وہ ہدایت پر ہوں گے۔''

جن کے ایمان کو اللہ معیار قرار دیتا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث میں جابجا صحابہ کرامؓ کی عظمت کا بیان ہے۔ تمام صحابہؓ کے بارے میں اہل سنہ والجماعت کا عقیدہ ہے کہ سب کے سب برابر ہیں۔ اگرچہ وہ انبیاء کرام ؑ کی طرح معصوم نہیں ہیں، ان سے اگر خطا ہوئی بھی تو وہ اجتہادی نوعیت کی خطا ہے اور اجتہادی نوعیت کی خطا پر بھی اللہ کی طرف سے ان کے لیے معافی کا اعلان ہے۔ پھر ان کے درمیان اگر کوئی تنازع کا معاملہ ہوا تو اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس پر خاموشی اختیار کی جائے۔ عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان پر لعن طعن کرنا، ان کے لیے برے الفاظ استعمال کرنا حرام ہے۔ تنظیم اسلامی کے تحت تعارف تنظیم اسلامی کے عنوان سے ایک معروف کتابچہ شائع ہوتا ہے جس میں عقائد کے بیان میں توحید، رسالت، آخرت، فرشتوں اور کتابوں پر ایمان کا ذکر ہے اور اسی کے ذیل میں تقدیر کا مسئلہ اور صحابہ کرامؓ کے تعلق سے کلام ہے۔ ہماری ویب سائٹس پر بھی اس حوالے سے تفصیلات مل جائیں گی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمادیا کہ جس نے میرے صحابہؓ سے بغض رکھا اس نے گویا مجھ سے بغض رکھا تو آپ ﷺ سے بغض رکھنے والے کا انجام واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میری سنت پر عمل کرنا، اس کے بعد میرے خلفاء راشدین اور میرے صحابہؓ کی سنت پر عمل کرنا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بڑی پیاری بات کہی تھی کہ اگر آپ نے کتاب وسنت کو سمجھنا ہے، اس کی عملی شکل دیکھنی ہے، کتاب وسنت کی تعلیم پر مبنی معاشرہ کو دیکھنا ہے تو صحابہ کرامؓ کی شاگردی اختیار کرلو۔

تصحیح

ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 35 (25 صفر تا 2 ربیع الاوّل 1445ھ / 12 تا 18 ستمبر 2023ء) میں صفحہ 9 پر پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی روداد میں ایک سوال کے جواب میں دی گئی مختلف ممالک کی فی کس آمدن جیو نیوز پر خبر کی بنیاد پر درج کی گئیں جو درست نہیں تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کے اصل تقاضے

حافظ عاکف سعید

12 ربیع الاول کا دن ہمارے ملک سمیت بیشتر اسلامی ممالک میں میلاد النبیؐ کے یوم کے طور پر منایا جاتا ہے۔اس ضمن میں یہ حقیقت ہمارے ذہن میں ہونی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال یقیناً 12 ربیع الاول کو ہی ہوا تھا۔یہ ہسٹری کی لائن لائیٹ میں تھا۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔البتہ آپؐ کے یوم پیدائش کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔اس دور میں سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی مشہور ترین کتاب الرحیق المختوم ہے جس کو سیرت کے حوالے سے most Athantic book مانا گیا ہے۔اس کتاب کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول کو ہوئی تھی۔اس لحاظ سے آپ کی ولادت کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا۔ بہر کیف آج کل میلاد النبیؐ کے عنوان سے نبی اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت کے مختلف انداز اختیار کیے جا رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہوجاؤں''۔

(صحیح بخاری ومسلم)

دنیا میں تو وہ بھی مومن سمجھے جاتے تھے جو کلمہ پڑھ کر بھی منافقانہ حرکتیں کرتے تھے اور پھر قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تو ایمان رکھتے ہیں۔ہاں! اللہ کی نگاہ میں مومن کون ہے؟ اس کے بارے میں بتادیا گیا کہ:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط﴾ ''اور جو لوگ واقعتاً صاحب ایمان ہوتے ہیں ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔''

اللہ کے بعد جس ہستی سے سب سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے وہ آپ ﷺ کی ذات ہے۔لہٰذا جب تک نبی اکرم ﷺ سے محبت تمام انسانوں سے بڑھ کر نہیں ہوگی تب تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو نمائندہ کامل بنا کر بھیجا اور رحمۃ للعالمین کا خطاب عطا فرمایا۔آپ ﷺ کو ان تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء) ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

اسی لیے آپؐ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر!

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔جو شک کرے گا وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔لہٰذا آپ ﷺ سے محبت تمام انسانوں سے بڑھ کر اگر نہیں ہے تو ایمان نہیں ہے۔لیکن آپ ﷺ سے عقیدت اور محبت کے تقاضے کیا ہیں؟ ہم نے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیسے کرنا ہے؟ یہ سوال سب سے اہم ہے۔ایک اصولی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمارے لیے کامل نمونہ ہیں:﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے'' قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور آپ ﷺ مجسم قرآن ہیں۔لہٰذا ہم نے ہر کام کے لیے راہنمائی اُسوۂ حسنہ سے لینی ہے۔لیکن آنحضور ﷺ سے محبت اور عقیدت کیسے کی جائے؟ اس کا عملی نمونہ ہمیں صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں میں ملے گا۔ایک تو آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجا جائے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب)

''یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے رحمتیں نازل کرتے ہیں نبی (ﷺ) پر۔اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمتیں اور سلام بھیجا کرو۔''

لیکن صرف درود بھیجنے سے آپ ﷺ سے محبت کے تقاضے پورے نہیں ہوجاتے۔صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے اور آپ ﷺ کے دین کے بھی سب سے زیادہ سچے وفادار تھے۔خود آنحضور ﷺ نے فرمایا:''تم پر لازم ہے مضبوطی کے ساتھ پکڑنا میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو'' (ترمذی) اور یہ بھی فرمایا کہ صحیح راستہ کونسا ہے:((مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ))''جس پر میں اور میرے صحابہ کا عمل ہے''۔(ترمذی)

لہٰذا ہمیں حضور ﷺ سے محبت وعقیدت کے اظہار کے لیے راہنمائی صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں سے ملے گی اور وہاں ہمیں وہ چیزیں نظر نہیں آرہیں جو آج ہم حضور ﷺ کی محبت وعقیدت میں کر رہے ہیں۔وہاں تو تقاضا یہ تھا کہ جتنی حضور ﷺ سے محبت ہے اتنی ہی آپ ﷺ کے مشن کے ساتھ والہانہ وابستگی ہے۔وہاں آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ تھا کہ جو دین آپ لے کر آئے تھے اُس کے لیے ہر قسم کی قربانی دی جائے۔انہیں تو ہر لمحہ یہی فکر دامن گیر تھی کہ آپ ﷺ کو جو اعلیٰ ترین دین دے کر بھیجا گیا ہے وہ دنیا میں غالب ہوجائے تاکہ اللہ کی توحید کا کلمہ اس زمین پر سربلند ہوجائے۔یہی آپ ﷺ سے محبت کا اصل تقاضا تھا اور اسی کے لیے صحابہ کرام ؓ نے اپنی پوری زندگی صرف کردی اور وہ آپؐ کے اس مشن کو لے کر پوری دنیا میں پھیل گئے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے!
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے!

اقبال نے اس شعر میں صحابہ کرام ؓ کا ہی وصف بیان کیا ہے اور صحابہ کا یہ وصف آپ ﷺ کی سچی محبت و عقیدت کے نتیجے میں ہی پیدا ہوا تھا۔جس سے آج ہم خالی ہیں لہٰذا پوری دنیا میں ذلت ورسوائی ہمارا مقدر ہے اور ہم پوری دنیا میں مظلوم ومغلوب اور مقہور ہیں۔لہٰذا اس ذلت اور پستی سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ حسن اتفاق ہی ہے کہ ان دنوں ہم قرآن مجید کی جن سورتوں کا مطالعہ کر رہے ہیں ان کا تعلق بھی سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہی ہے۔سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الم نشرح دونوں سورتوں میں ساری گفتگو آپؐ کی ذات کے حوالے سے ہے۔سورۃ الضحیٰ میں سیرت النبی ﷺ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپؐ پر وحی آنا بند ہوگئی تھی تو آپؐ کو شدید پریشانی لاحق ہوگئی تھی۔آپؐ کے مخالفین اور دین اسلام کے دشمن طعنوں پر اُتر آئے تھے۔دوسری طرف آپؐ کو وحی کے نزول سے ایک خاص دلچسپی اور شغف ہوگیا تھا۔اس

وجہ سے آپؐ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وحی نازل ہو۔اس حوالے سے ایک موقع پر آپؐ نے جبرائیلؑ سے شکوہ بھی کیا کہ آپ وحی جلدی جلدی کیوں نہیں لے کر آتے۔تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا:

''اور (اے نبی ﷺ!) ہم (فرشتے) نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔اُسی کے اختیار میں ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔'' (مریم:64)

یعنی ہم (فرشتے) اتنی ہی وحی لانے کے مکلف ہیں جتنی اللہ پاک کی طرف سے اجازت ہے۔بہر حال جب کافی دنوں تک وحی نازل نہ ہوئی تو آپؐ کی پریشانی بہت زیادہ بڑھ گئی۔آپؐ سوچنے لگے تھے کہ کہیں اللہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گیا۔کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہوگئی۔چنانچہ آپؐ کی اس کیفیت کو دور کرنے کے لیے پھر سورۃ الضحیٰ کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپؐ کو تسلی دی گئی کہ اللہ نے نہ تو آپؐ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ آپؐ سے ناراض ہے۔بلکہ آنے والے وقت میں اللہ تعالیٰ آپؐ کو وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپؐ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔اسی تسلسل میں سورۃ الم نشرح نازل ہوئی:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ①﴾ ''کیا ہم نے آپ کے لیے آپؐ کے سینے کو کھول نہیں دیا؟''

نزولِ وحی کا سلسلہ کچھ دنوں تک بند ہونے سے آپؐ کو جو پریشانی اور تکلیف کی کیفیت لاحق ہوگئی تھی اس کے لیے صوفیاء کے ہاں انقباض کی اصطلاح رائج ہے جس کا متضاد انشراح ہے اور انشراح کا مطلب ہے کسی کام کے لیے پوری طرح آمادگی اور سرگرمی کا پیدا ہونا۔نزولِ وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہونے سے آپؐ کی انبساط کی کیفیت دوبارہ لوٹ آئی تو اسی حوالے سے اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا ہم نے آپؐ کے سینے کو وحی کے لیے دوبارہ کھول نہیں دیا؟ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ وحی کے بند ہونے کا یہ واقعہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیت وحکمت اور آپؐ کی تربیت کا ایک حصہ تھا۔نوعِ انسانی کو ہر پہلو سے راہنمائی دینا مقصود تھا۔

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ②﴾ ''اور ہم نے اُتار نہیں دیا آپؐ سے آپ کا وہ بوجھ؟''

﴿الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③﴾ ''جو آپ کی کمر کو توڑے دے رہا تھا!''

حضور ﷺ پر شروع میں جب وحی نازل ہوتی تھی تو ایک بوجھ کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔پہلی وحی کے بعد جب آپؐ واپس گھر لوٹے تو آپؐ پر اتنی گھبراہٹ طاری تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے فرمانے لگے کہ مجھے لحاف اوڑھا دو۔حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو براہِ راست آپؐ کے دل پر نازل ہوتی تھی۔بعض صحابہ کرام ؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔حتیٰ کہ سردیوں میں بھی آپؐ کی پیشانی پر پسینہ آجاتا تھا اور اگر آپؐ اونٹ پر سوار ہوتے تو نزولِ وحی کے وقت اونٹ کی کمر بوجھ سے دوہری ہوجاتی تھی۔یہ کس قسم کا بوجھ تھا؟ اس بات کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔لیکن پھر اللہ نے اس کو آسان کر دیا یعنی اب آپؐ کے لیے یہ چیز بالکل معمول کا حصہ بن گئی اور پریشانی کا موجب نہ رہی۔شروع میں تو آپؐ کو منصب رسالت کا بوجھ کافی بھاری لگا لیکن پھر یہ ذمہ داری بھی آپؐ پر آسان ہوگئی۔یہاں تک کہ آپؐ صبح سے شام تک یہ عظیم ذمہ داری نبھا رہے ہیں اور راتوں کو کھڑے ہو کر آدھی رات، دو تہائی رات تک قرآن کی تلاوت بھی کر رہے ہیں اور یہ ساری چیزیں اب آپؐ پر بوجھ محسوس نہیں ہوتیں۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④﴾ ''اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔''

آج آپؐ کے مخالفین آپؐ کے خاکے بنائیں یا جو بھی کریں اللہ نے جو آپؐ کا ذکر بلند کر دیا ہے اور جس کا ظہور اس وقت بھی ہو رہا ہے اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔پوری نوعِ انسانی میں کوئی دوسرا انسان ایسا نہیں ہے جس کا ذکر اس قدر بلند ہوا ہو۔چنانچہ صحیح ابن حبان میں حضرت سعد بن مالک اور ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ میرا اور آپؐ کا رب آپؐ سے پوچھ رہا ہے کہ کیا آپؐ کو معلوم ہے کہ رب نے آپؐ کا ذکر کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے تو فرمایا کہ اللہ کہتا ہے جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا میرے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر بھی لازمی ہوگا۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کلمہ طیبہ میں، اذان میں، دورانِ نماز التحیات میں اور خطبہ میں اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کا نام بھی ضرور آرہا ہے۔آج دنیا میں جتنی بھی اسلام کی مخالفت ہو رہی ہے اتنا ہی اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔نائن الیون کا واقعہ اسلام کے خلاف جتنی بڑی سازش تھی اتنا ہی اس کے بعد یورپ میں لوگوں کا رجحان اسلام کی طرف زیادہ ہوگیا۔ امریکہ میں ہمارے ساتھیوں نے اس بات کی توثیق کی ہے کہ نائن الیون کے بعد قرآن مجید کی مانگ اتنی بڑھ گئی کہ نسخے کم ہوگئے۔جبکہ اسی قرآن میں حضور ﷺ کا ذکر بہت زیادہ ہے۔خاص طور پر مکی سورتوں میں تو سارا خطاب ہی آپؐ کے ذریعے سے ہے۔

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤﴾ ''تو یقیناً مشکل ہی کے ساتھ آسانی ہے۔''

یہ دنیا درحقیقت ایک دارالامتحان ہے۔ایسا نہیں ہے کہ ایک مشکل ختم ہوئی تو اب دوبارہ کوئی مشکل درپیش نہیں ہوگی بلکہ مشکل کے ساتھ ہی آسانی ہے۔

﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥﴾ ''یقیناً مشکل ہی کے ساتھ آسانی ہے۔''

دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ مشکل کے ساتھ ہی آسانی ہے۔مطلب یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی مسلسل امتحان ہے۔ایک بعد دوسرا امتحان آئے گا اور جو ان امتحانات میں جس قدر زیادہ کامیابی حاصل کرتا چلا گیا اس کا مقام ومرتبہ اللہ کے ہاں اتنا ہی بلند ہوتا چلا جائے گا اور اسی قدر اس کے لیے اس دنیا میں بھی آسانی پیدا ہوجائے گی اور آخرت میں بھی اس کے لیے آسانی نصیب ہوگی۔دوسری طرف اس آیت میں آپ ﷺ کے لیے خوشخبری بھی ہے کہ مشکلات کے بعد بالآخر راحت اور خوشی کا وقت بھی آنے والا ہے اور جیسا کہ دنیا نے دیکھا کہ یہ وقت بالآخر آکر رہا اور جزیرہ نما عرب میں اسلام کا غلبہ ہوگیا۔

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧﴾ ''پھر جب آپؐ (فرائضِ نبوت سے) فارغ ہوجائیں تو اسی کام میں لگ جایئے۔اور اپنے رب کی طرف راغب ہوجایئے۔''

یعنی جب دن کے اوقات میں منصب رسالت کے کاموں سے فارغ ہوجائیں تو پھر آپؐ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوجایا کریں۔چنانچہ دن کے اوقات کے علاوہ بھی آپؐ کا معمول یہ تھا کہ آپ نصف شب یا دو تہائی شب اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے۔کیونکہ یہ آپؐ کا تعلق مع اللہ تقاضا تھا اور اللہ سے محبت کا بھی تقاضا تھا اور اس میں روحانی تسکین سمیت بہت سے خیر کے ایسے پہلو موجود تھے جن کا ہم یہاں احاطہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اس پر خلوص نیت سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

❀❀❀

انتخابات کے ذریعے نظام کو چلایا جا سکتا ہے لیکن اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔
نظام کو تبدیل صرف انقلاب کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے: ایوب بیگ مرزا

یہ نظام اس وقت تک تبدیل نہیں ہوگا جب تک لوگوں کے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا نہیں ہوتا
اور ہم سب مل جل کر اسلامی نظام کے قیام کے لیے کام نہیں کرتے: ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف

دنیا بھر میں حکومتیں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتی ہیں جبکہ ہمارے ہاں سارے مفادات طبقہ اشرافیہ کے
پورے ہوتے ہیں اور عوام کا مفاد حکومتوں کے مدنظر نہیں ہوتا: رضاء الحق

پاکستان: پارلیمانی نظام بمقابلہ صدارتی نظام کے موضوع پر
حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان میں کئی طرح کے طرز حکومت چلتے رہے ہیں۔ اس وقت پارلیمانی طرز حکومت موجود ہے لیکن اس کا بھی ٹرینڈ ناکامی کی طرف ہے۔ آپ یہ فرمایئے کہ اس میں قصور کس کا ہے نظام کا یا نظام کو چلانے والے ہاتھوں کا؟

ایوب بیگ مرزا: میرے خیال میں نظام کا بھی قصور ہے لیکن نظام کو چلانے والے ہاتھوں کا زیادہ قصور ہے۔ انسان فطری طور پر اقتدار کا خواہشمند ہے، وہ دوسروں پر اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں۔ بادشاہوں کی آپس میں جنگیں ہوئیں، بھائیوں نے اپنے بھائیوں کو قتل کیا۔ باپ نے بیٹے کو، بیٹے نے باپ کو قید کیا۔ لیکن مغرب نے تقریباً دو سو سال سے اس چیز کو کنٹرول کیا ہے۔ اب وہاں اقتدار کی منتقلی ایک نارمل چیز بن گئی۔ وہاں الیکشن ہوتے ہیں جو پارٹی کامیاب ہوتی ہے اس کو اقتدار منتقل کر دیا جاتا ہے اور ہارنے والی پارٹی اس کی حکومت کو تسلیم کرتی ہے۔ ہم مسلمانوں نے دنیا کو ایک بہترین نظام دیا تھا لیکن آج ہم خود ہی اس معاملے میں سب سے پیچھے ہیں۔ ہمارے ہاں اقتدار کی خواہش جنون کی حد تک ہے جس کے لیے ہم ہر اصول اور قاعدے کو روند دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں پارلیمانی نظام ہے جس میں قانوناً اقتدار کی منتقلی بہت آسان ہے لیکن مسئلہ اس لیے بنا ہوا ہے کہ یہاں بعض لوگ اقتدار کے اس قدر بھوکے ہیں کہ وہ اس کے لیے پارٹیاں بدلنے میں وقت نہیں لگاتے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب مینڈکوں کے پھدکنے کی مثال دیتے تھے جیسے مینڈک پھدک کر ادھر سے اُدھر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں لوگ ذاتی مفاد کے لیے پارٹیاں بدلتے ہیں اور چلتی حکومتوں کو عدم اعتماد کے ذریعے گرا دیا جاتا ہے۔ اگرچہ حکومت فنانشل بل پاس کرانے میں ایک ووٹ سے بھی ناکام ہو جائے تو وہ فارغ ہو سکتی ہے۔ لیکن مفاد پرست سیاستدان ہر موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے مفادات کے لیے پارٹیاں بدل کر سیاسی عدم استحکام کا باعث بنتے ہیں۔ حالانکہ مغرب میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ حکومت میں اور اپوزیشن میں صرف ایک نشست کا فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود حکومتیں اپنی مدت پوری کرتی ہیں۔ اس وجہ سے وہاں استحکام پیدا ہوتا ہے اور ملک ترقی کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں یہ جو مفاد پرستی ہے یہ نظام کو چلنے نہیں دیتی جس کی وجہ سے یہاں پارلیمانی نظام مسلسل ناکام ہوتا جا رہا ہے۔ اگر پارلیمانی طرز حکومت کی بجائے کوئی دوسرا نظام ہو جس میں زیادہ ووٹوں سے کامیابی حاصل کرنا پڑتی ہو تو شاید وہ ناکام نہ ہو۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: پاکستانی قوم 76 سال سے یہ تماشا دیکھ دیکھ کر بے زار ہو چکی ہے۔ جب کوئی نیا حکمران آتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ مسیحا آ گیا ہے، اب ہماری کشتی پار لگا دے گا، لیکن وہ بھی اُمیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے، پھر وقتاً فوقتاً صدارتی نظام کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ صدارتی نظام اور پارلیمانی نظام میں فرق کیا ہے اور کیا صدارتی نظام پاکستان کے لیے مفید ہوگا؟

رضاء الحق: اس وقت جو مغربی جمہوری نظام دنیا میں رائج ہے اس کی بنیاد وحی کے ذریعے پہنچائے گئے احکامات کے انکار پر ہے۔ اس لیے اگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ نظام دنیا کو سو فیصد عدل فراہم کر سکتا ہے تو یہ ہماری غلط فہمی ہوگی کیونکہ نظام عدل اجتماعی صرف اللہ کا نظام ہی قرار پا سکتا ہے۔ البتہ اللہ کے نظام سے ہی کچھ چیزیں اس مغربی جمہوری نظام میں مستعار لی ہوئی ہیں جن میں چند بنیادی اخلاقی اصول ہیں، انسانی حقوق کا تصور ہے وغیرہ۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام ہمیں دیا ہے اس میں بنیادی اصول یہ ہیں کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی قرآن و سنت کے دائرے میں رہتے رہتے قانون سازی ہوگی اور شورائیت کا نظام ہوگا، حکومت اور معاملات میں عوام کی رائے کو اہمیت دی جائے گی۔ پارلیمانی نظام اور صدارتی نظام میں فرق یہ ہے کہ پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم چیف ایگزیکٹیو ہوتا ہے اور کابینہ کا انتخاب وہ منتخب نمائندوں میں سے کرتا ہے۔ جبکہ صدارتی نظام میں صدر چیف ایگزیکٹیو ہوتا ہے اور صدارتی نظام میں الیکٹورل کالج بھی مختلف ہو سکتا ہے۔ صدارتی نظام میں صدر کی مدت مقرر ہوتی ہے جبکہ پارلیمانی نظام میں اسمبلی کی مدت ہوتی ہے جبکہ وزیر اعظم اور کابینہ کسی وقت بھی عدم اعتماد کے نتیجہ میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ صدارتی نظام میں صدر کے پاس اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہے تو منتخب نمائندوں سے ہٹ کر بھی کسی کو وزیر بنا سکتا ہے۔ اس لیے صدارتی نظام میں عدم اعتماد کا خطرہ کم ہوتا ہے اور نہ ہی اسمبلی ممبران کو خوش کرنے کے لیے وزراء کی فوج کھڑی کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں صدارتی نظام میں احتساب کا جو نظام ہے اس کے باعث صدر کو بلیک میل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح صدارتی نظام میں پالیسی میں بھی استحکام ہوتا ہے۔

سوال: دونوں نظاموں کی اپنی اپنی خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ہیں۔ اگر کوئی مخلص لیڈر یا گروہ حکومت میں آ جائے تو کیا وہ ان میں سے کسی ایک نظام کے اندر رہتے ہوئے پاکستان کے مسائل حل کر سکتا ہے؟

عطاء الرحمان عارف: پارلیمانی نظام میں کابینہ اور تمام حکومتی ادارے پارلیمنٹ کو جواب دہ ہوتے ہیں۔

جبکہ صدارتی نظام میں وزراء اور حکومتی ادارے صدر کو جواب دہ ہوتے ہیں۔ البتہ دونوں جمہوری نظام ہیں اور جمہوریت کا انجن عوام ہوتے ہیں۔ اس کا ایندھن بیوروکریسی ہوتی ہے جو اس کو چلاتی ہے۔ اس کا ڈرائیور صدر یا وزیر اعظم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مخلص صدر یا وزیر اعظم آ بھی جائے اور انجن یعنی عوام ساتھ نہ دے تو پھر بھی نظام نہیں چلے گا، ایندھن یعنی بیوروکریسی خراب ہو تو پھر بھی نہیں چلے گا۔ ہمارے ہاں نظام کو چلانے والی اشرافیہ کے اپنے مفادات ہیں جس کی وجہ سے نظام غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ اس لیے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جب تک تمام پرزے اپنی جگہ ٹھیک کام نہیں کریں گے جمہوریت کی گاڑی ٹھیک طریقے سے نہیں چلے گی اور نہ ہی پاکستان کے مسائل حل ہوں گے۔ اب الیکشن میں بہت زیادہ پیسہ بھی involve ہو چکا جبکہ 1985ء سے پہلے اس کا رجحان بہت کم تھا اور تعصبات کی یہ کیفیت نہیں تھی جو آج ہے۔ سیاسی جماعتیں کسی حد تک اپنی سوچ کے مطابق چل رہی تھیں لیکن 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات کے بعد تعصبات کو فروغ ملا اور نظریہ کی جگہ پیسہ involve ہو گیا۔ آئین میں بھی اتنی ترامیم ہو چکی ہیں کہ وہ بھی اب اس نظام کو سدھار نہیں سکتا۔ اب اس کا حل یہ ہے کہ ہم اس نظام کی طرف پلٹیں جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ دے کر گئے۔

سوال: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا تھا: ''خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ تمام مسلمان مرد اور عورتیں کریں گے لیکن اس خلیفہ کا معاملہ وہ نہیں ہوگا جو پارلیمانی نظام میں ہے۔ خلفائے راشدین مشورہ لیتے تھے، مشورہ لینا فرض ہے جب حضور ﷺ سے کہا گیا:
﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ﴾ (آل عمران: 159)
''اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں۔''

لہٰذا کون ہوگا جو اس سے مستثنیٰ ہو لیکن خلافت راشدہ میں ووٹوں کی گنتی کا معاملہ کبھی نہیں رہا، اسلام میں خلیفہ راشد نے کبھی گنتی کر کے، ووٹ لے کر فیصلے نہیں کیے بلکہ یہ کہ خلیفہ کو پورا اختیار ہے، کتاب وسنت کی تلوار تو سب پر ہے، ویسے ہی خلیفہ کے سر پر بھی ہے۔ اگرچہ خلفائے راشدین کے ہاں معین مدت نہیں تھی، وہ تازیست خلفاء تھے لیکن وہ لازم نہیں ہے۔ معین مدت مقرر کی جاسکتی ہے لیکن خلیفہ کو اختیار دیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ وہ ہمیشہ پارلیمنٹ کی اکثریت کا محتاج رہے، خاص طور پر جیسے ہی اسمبلی آئی اس کے بعد جو بھی وزیر اعظم حکومت بناتا ہے، اس کی ساری توجہ اسی پر ہوتی ہے کہ کہیں یہ مینڈک پھدک نہ جائے، کہیں یہ گھوڑا کہیں جا کر بک نہ جائے، کچھ اسے دو، پچاس وزیر بنا دو، بلوچستان میں شاید اب بھی ہے کہ جے یو آئی کے غالباً صرف چھ رکن ہیں اور چھ کے چھ وزیر ہیں۔ یہ تماشے اس پاکستان میں ہو رہے ہیں۔ (کیونکہ وزیر اعظم کو خطرہ رہتا ہے کہ) چند مینڈک پھدک گئے تو حکومت ختم، چند گھوڑے بک گئے تو حکومت ختم، لہٰذا ساری توجہ اسی پر رہتی ہے۔ (لہٰذا اس نظام میں) کوئی نیک ہی کیوں نہ ہو کوئی کام نہیں کر سکتا، اسے تو اپنی کرسی بچانے کی فکر ہو جاتی ہے، ایک دوسرا متبادل نظام صدارتی نظام ہے۔ وہ نظام خلافت کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے کہ وہاں صدر کانگریس کی اکثریت کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے جس کو چاہیے وزیر بنا دے جو امریکہ میں سیکرٹری کہلاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ کانگریس کا رکن ہی ہو بلکہ باصلاحیت ہو، جس کی فارن پالیسی پر گہری نظر ہو، جو مالیات میں ماہر ہو، الیکشن لڑ کر نہیں آسکا تو کوئی جرم نہیں، اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا قوم کے لیے ضروری ہے تو اسے بڑے سے بڑے منصب پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ آخر اسی دنیا میں وہ نظام بھی ہے۔ بہر حال یوں کہنا چاہیے کہ صدارتی نظام پارلیمانی نظام کے مقابلے میں نظام خلافت سے قریب تر ہے۔''

آپ نے ڈاکٹر صاحب کا فرمان سنا کہ صدارتی نظام، نظام خلافت کے قریب تر ہے۔ پاکستان میں بھی کسی حد تک صدارتی نظام قائم رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ اب بھی وقتاً فوقتاً یہ بحث ہوتی ہے کہ یہاں صدارتی نظام آنا چاہیے۔ کیا آپ کے خیال میں صدارتی نظام پاکستان کے لیے موزوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات یہ ہے کہ پاکستان میں صدارتی نظام ایک دن کے لیے بھی نہیں آیا۔ اگر کوئی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اپنا نام صدر رکھ لیتا ہے تو یہ الگ بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی ڈکٹیٹر نے صدارتی نظام قائم کیا ہے تو یہ صدارتی نظام کی توہین ہوگی۔ صدارتی نظام وہ ہوتا ہے جس میں باقاعدہ انتخابات کے ذریعے صدر منتخب ہوتا ہے۔

سوال: جب مشرف کو صدر بنایا گیا تو کیا اس وقت voting نہیں ہوئی تھی۔ یہ نہیں کہا گیا تھا کہ ہم دس دفعہ بھی وردی میں صدر select کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا: وہ ریفرنڈم ہوا تھا۔ اسے انتخابات ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ انتخاب وہ ہوتا ہے جس میں آپ بھی اُمیدوار ہوتے ہیں، آپ کے مقابلے میں کوئی دوسرا بھی اُمیدوار ہوتا ہے۔ کوئی آپ کو ووٹ دیتا ہے، کوئی دوسرے کو ووٹ دیتا ہے، جو اکثریت حاصل کرتا ہے وہ صدر بن جاتا ہے۔ ریفرنڈم تو ہمارے ہاں فوجی طالع آزما کراتے تھے جن میں ہمیشہ وہ 97.5 فیصد ووٹ لیتے تھے جو کہ پہلے سے طے شدہ نتائج ہوتے تھے۔ لہٰذا ڈکٹیٹر شپ کا صدارتی نظام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صدارتی نظام خلافت کے نظام کے قریب تر ہے، اس میں حکومت گرنے کے چانسز کم ہوتے ہیں، جب تک کہ مواخذہ نہ ہو اور مواخذہ کے لیے کم سے کم 66 فیصد ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ خاصا مشکل ہوتا ہے اس لیے صدر کو خطرہ نہیں ہوتا کہ اس کی کرسی کوئی کھینچ لے گا۔ لہٰذا وہ بڑی تسلی سے اپنا کام کرتا ہے۔ پاکستان میں اگر صدارتی نظام آ جائے تو وہ پارلیمانی نظام سے بہتر ثابت ہوگا۔ جہاں تک ہمارے ہاں پارلیمانی نظام کی ناکامی کی بات ہے تو اس میں ایک بڑی وجہ بیرونی ہاتھ بھی ہے۔ پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر بنا تھا، اس کی جغرافیائی پوزیشن بھی بہت اہم تھی اور اس کے پاس طاقتور فوج تھی لہٰذا عالمی طاقتوں کو خطرہ تھا کہ اگر پاکستان کو ترقی کرنے دی گئی تو یہ بڑا طاقتور نظریاتی ملک بن جائے گا اور سرمایہ دارانہ نظام اور اسرائیل کے لیے خطرہ بن جائے گا لہٰذا امریکہ نے شروع سے ہی کوشش کی کہ پاکستان میں سیاسی اور معاشی استحکام نہ آسکے۔ ورنہ ہمارے ساتھ انڈیا آزاد ہوا وہاں کبھی مارشل لاء نہیں لگا، کبھی اتنی اکھاڑ بچھاڑ نہیں ہوئی۔ قدرت اللہ شہاب کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ سوویت یونین اور امریکہ آپس میں اختلافات رکھنے کے باوجود اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستان کو کسی صورت مستحکم نہیں ہونے دینا۔ اس کے لیے انہوں نے طریقہ یہ نکالا کہ پاکستان میں بار بار مارشل لاء لگایا جائے۔ لہٰذا جہاں ہم نالائق تھے وہاں ہماری بدقسمتی بھی تھی کہ عالمی قوتوں نے یہاں جمہوریت کو پنپنے نہیں دیا۔

سوال: جمہوری نظام پوری دنیا میں نہ صرف رائج ہے بلکہ deliver بھی کر رہا ہے۔ پاکستان اس نظام سے فائدے کیوں نہیں اُٹھا پا رہا؟

رضاء الحق: بڑی سادہ سی بات ہے ہر ریاست کی کچھ اخلاقی اور آئینی بنیادیں ہوتی ہیں جیسا کہ ریاست حکومت کرنے کے لیے نہیں بلکہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے قائم کی جاتی ہیں۔ عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے حکومت منتخب کی جاتی ہے۔ مغرب میں یہی تصور ہے، اسرائیل میں یہودیوں کے لیے، بھارت میں ہندوؤں کے لیے حکومتیں کام کرتی ہیں اور ان کے فائدے کو مدنظر رکھتی ہیں۔ اشرافیہ کو انہوں نے نظام کے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا۔ لیکن ہمارے ہاں سارے مفادات خاص طبقہ اشرافیہ

کے پورے ہوتے ہیں اور عوام کا مفاد حکومتوں کے مدنظر نہیں ہوتا۔ وہی ہر حکومت میں موجود ہوتے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ اور عدلیہ کے بڑے عہدے بھی اسی اشرافیہ کے پاس ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر سطح پر اشرافیہ کے مفاد کا تحفظ ہوتا جبکہ عوام اور ملک کے مفاد کا کوئی تصور ہمارے ہاں نہیں ہے۔

عطاء الرحمان عارف: اصل میں سیاست کی اصل پہچان عوام کے لیے بہترین طرزِ حکومت قائم کرنا اور عوام کے لیے بہترین سہولتیں فراہم کرنا ہے۔ جیسا کہ مغربی طرزِ حکومت میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت علی ؓ کا قول ہے کہ کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے مگر ظلم پر مبنی حکومت نہیں چل سکتی۔ مغرب میں اگر جمہوری نظام کامیاب نظر آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں عوام کو انصاف فراہم کرنے کا تصور ہے، وہاں کی عدلیہ آزاد ہے۔ وہاں پر ہر شخص کو اس کے بنیادی حقوق بہرحال مل رہے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہاں محمڈن لاء کے نام پر، عمر لاء کے نام پر اسلامی نظام سے چیزیں مستعار لے کر نافذ کر دی گئی ہیں جن کے ذریعے عوام کو حقوق مل رہے ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے خود اسلامی اقدار کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے برعکس کر رہے ہیں۔ یہاں عوام کو عدل و انصاف مہیا نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ملک اس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا تھا کہ ہم یہاں اسلامی نظام قائم کریں گے۔

رضاء الحق: ہمارے نزدیک تین بڑے بنیادی اصول ہیں کہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی۔ سورۃ الحج میں فرمایا:

’’وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔‘‘ (آیت:41)

پھر سورۃ الشوریٰ میں فرمایا: ﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط﴾ (آیت:13) ’’کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔‘‘

یعنی دین کو قائم کرنا ہمارے لیے اتنا اہم ہے، اتنا بنیادی فریضہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا تفرقہ نہیں اور فرمایا:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص﴾ (الشوریٰ:38)

’’اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔‘‘

اب ان بنیادی اصولوں کو اگر ایک جگہ اکٹھا کریں تو ہمارے پاس پورا فریم ورک وجود میں آ جاتا ہے کہ کس طرح کا نظام ہمارے ہاں ہونا چاہیے۔ اس دائرہ کے اندر رہتے رہتے لوگوں کو الیکشن کی اجازت بھی دی جا سکتی ہے، لیکن اس دائرہ کار کو نافذ کرنے کے لیے بہرحال ایک پُرامن انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ اس کے بعد اس کو چلانے کے لیے مختلف طرزہائے حکومت استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: جس فریم ورک کی بات رضا الحق صاحب کر رہے ہیں اگر اس کی بنیاد پر ہم پاکستان میں اپنا نظام مرتب کریں تو کیا وہ ایک اسلامی منزل بن سکتی ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ اسلامی نظام کی صورت میں ہمارے پاس ایک رول ماڈل موجود ہے، ہم بحیثیت قوم اس کو اپلائی کیوں نہیں کرتے، جمہوریت کی طرف کیوں جاتے ہیں؟ حتیٰ کہ تنظیم اسلامی بھی جمہوریت کے حوالے سے اپنی رائے دیتی ہے، ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہم نے جمہوریت کی نفی کبھی نہیں کی، ہم نے جس سے اپنے آپ کو بچایا ہے وہ انتخابات ہیں، انتخابات جمہوریت کا ایک حصہ ہیں جبکہ جمہوریت ایک پورا طرزِ حکومت ہے۔ جو لوگ جمہوریت کے ذریعے پاکستان میں اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں وہ انتخابات میں حصہ لیتے ہیں۔ جبکہ ہماری رائے یہ ہے کہ انتخابات کے ذریعے نظام چلایا جا سکتا ہے لیکن اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ نظام کو تبدیل صرف انقلاب کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کو ماڈل بنایا ہے جس کے مختلف مراحل ہیں۔ سب سے پہلا مرحلہ لوگوں کی دینی تربیت ہے۔ انتخابات کے ذریعے تبدیلی اس لیے بھی نہیں آ سکتی کیونکہ نمائندے عوام کی ذہنی و فکری تربیت نہیں کرتے۔ انہیں صرف ووٹ اور کرسی سے تعلق ہوتا ہے۔ جب ذہنی و فکری تبدیلی نہیں آئے گی تو صرف انتخابات سے نظام کیسے تبدیل ہوگا۔ البتہ چہرے ضرور بدل جائیں گے۔ اس کے برعکس انقلاب کے لیے پہلے ذہنوں میں انقلاب لانا پڑتا ہے، پہلے لوگوں کی دینی و اخلاقی تربیت ہوگی، تب ہر سطح پر تبدیلی آئے گی۔

سوال: نظام کی تبدیلی کے حوالے سے ایوب بیگ مرزا صاحب نے تنظیم کے موقف کو بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے۔ آپ کی نظر میں فریم ورک کیا ہوگا، یہ سب مراحل کیسے طے ہوں گے جس کے بعد حقیقی تبدیلی آئے گی، تنظیم اسلامی کے موقف کو آپ کیسے سمرائز کریں گے؟

عطاء الرحمان عارف: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے یہ بات ہمیں بہت اچھی طرح سمجھائی ہے کہ اسلام میں سیاست شجر ممنوعہ نہیں ہے کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اگر اسلامی نظام بالفعل قائم ہو تو ایسی صورت میں سیاست کرنا عبادت ہے۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثال ہمارے سامنے ہے، انہوں نے حکومت کی ہے۔ یہاں تک کہ کسی غیر اسلامی حکومت میں رہ کر دین اور انسانیت کے لیے سیاست کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں ایسا کر کے دکھایا۔ اسی طرح سے اگر غیر اسلامی نظام حکومت ہو جیسا کہ پاکستان میں ہے تو اس صورت میں اقتدار کی رسہ کشی میں شامل ہونا ناجائز تصور کیا جائے گا اسی لیے تنظیم اسلامی انتخابی سیاست سے دور ہے۔ اسی طرح اگر اسلامی ریاست ہو تو وہاں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے، نظام مملکت کو چلانے کے لیے، اسلام کی خدمت کرنے کے لیے انتخابات میں حصہ لینا اور ذمہ داریاں سنبھالنا جائز ہے۔ تنظیم اسلامی کا اصل مقصد اسلامی نظام کا قیام ہے اور چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے نظام تبدیل نہیں ہو سکتا اس لیے ہم انتخابی سیاست سے دور ہیں، ہم انتخابی مہم کا حصہ بھی نہیں بنتے۔ یہ تنظیم کی پالیسی ہے۔ البتہ نظریاتی سیاست ہم کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے: ((الدين النصيحة)) ’’دین تو نام ہی نصیحت کا ہے۔‘‘ اس فرمان کے تحت ہم سیاسی امور پر، حکمرانوں کے طرزِ عمل پر تبصرہ بھی کرتے ہیں، انہیں مشورے بھی دیتے ہیں اور حالات کا تجزیہ بھی کرتے ہیں لیکن الحمدللہ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم یہ سب بڑے وقار کے ساتھ اور ایک مقصدیت کے تحت کریں۔ اگر ہم جمہوریت پر بات کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ جب تک اسلامی نظام قائم نہیں ہو جاتا پاکستان کا نظام چلتا رہے۔ مارشل لاء کے نتائج ہم 1971ء میں بھی بھگت چکے ہیں اور آئندہ بھی بھگت سکتے ہیں۔ پاکستان قائم رہے گا تو اقامت دین کی جدوجہد بھی ہوگی۔ ہماری کوشش ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنی ذات پر اللہ کے دین کو نافذ کریں، پھر اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں اور پھر ہم اس نظام کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں اور یہ نظام اس وقت تک تبدیل نہیں ہوگا جب تک حقیقی ایمان لوگوں کے دلوں میں گھر نہیں کر لیتا اور ہم سب مل کر مل جل کر اسلامی نظام کے قیام کے لیے کام نہیں کریں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی بقا اسی میں ہے کہ جس مقصد کے لیے اسے قائم کیا گیا تھا اس مقصد کو پورا کریں۔

❁ ❁ ❁

قارئین پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اخلاقِ حسنہ کے پیکر

آسیہ سیف

زندگیاں بیت گئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا

کائناتِ ارض وسماں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہستی محبوب رب کونین سید المرسلین، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کے بارے میں کچھ لکھتے وقت نہ صرف تنگ داماں کا احساس ہوتا ہے بلکہ ایسا قلم کہاں سے لائیں جو تاجدار کائنات کے اوصاف قلمبند کر سکے۔ ایسے الفاظ کہاں سے ڈھونڈیں جن سے مدحت مصطفیٰ ﷺ کا حق ادا ہو سکے۔

خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ

آقا ﷺ کہ جن کی شان میں اللہ رب العزت نے سارا قرآن نازل فرمادیا۔ قرآن شانِ محمدی حضور ﷺ کے سراپا پُرنور سے لے کر اخلاق وکردار تک آپؐ کی گفتار سے لے کر اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، چلنے پھرنے کی ایک ایک ادا تک کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ سیرت مطہرہ کو اہل ایمان کے لیے کامل اسوۂ حسنہ، خوبصورت ماڈل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(الاحزاب: 21) ''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔''

گویا زندگی گزارنے کا جامع ضابطہ حیات اگر کوئی ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں نہ کوئی آپ جیسا کامل انسان بنایا ہے نہ بنائے گا کیونکہ آپ ﷺ پر نبوت ورسالت کی تکمیل ہی نہیں ہوئی بلکہ تمام کمالات انسانی، اوصاف اور اخلاق کی تکمیل بھی بدرجہ اتم آپ ﷺ کی ذات پر ہوچکی ہے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اوصاف وکمالات سے نوازا کہ آپ کو تمام صفاتِ الٰہیہ اور اخلاق الٰہیہ کا مظہر اتم بنا کر بھیج دیا اور آپ کے اخلاق کی اس بلندی کی خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دے دی اور فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴﴾ (القلم)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں۔''

اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اخلاق کی تکمیل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((بعثت الیکم لاتمم مکارم الاخلاق))

''میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ شریفانہ اخلاق کی تکمیل کروں۔'' (الموطا کتاب حسن الخلق)

اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کے اخلاق کی بابت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

''آپؐ نے فرمایا آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم ہے۔''

اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے اخلاق کا آئینہ قرآن کریم ہے، اس میں بہت سے راز مضمر ہیں۔ لہٰذا انہوں نے یہ فرمایا کہ آپ کے اخلاق قرآن کا آئینہ ہیں یہ ان کے وسعتِ علم اور ادب کا ثبوت ہے۔

تو جس ہستی کے اخلاق باکمال کے عظمتوں اور رفعتوں کی گواہی خود رب کائنات نے دے دی ہے جس کا خلق ہی قرآن قرار پایا اس کے اخلاقی اوصاف کے بارے میں کچھ مزید کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے الٹا ان پر سوال کر دیا کیا تم نے کبھی قرآن نہیں پڑھا جو مجھ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھتے ہو کیونکہ قرآن نے جو عمدہ اخلاق بتائے ہیں اور جو اخلاق اللہ رب العزت کی صفات اور ذاتی خلق کا حصہ ہیں، وہ سب کے سب اخلاق تو حضور ﷺ کے خلق عظیم میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور اللہ رب العزت نے جو اخلاقی صفات اپنے لیے بیان فرمائیں، قرآن میں کئی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں الفاظ اور اسماء صفات کو اپنے حبیب اکرم ﷺ کے لیے بھی بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود پڑھتے ہیں۔ اور اس درود کے صدقے اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمتیں نازل کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ازل سے ہی رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور لمحہ لمحہ درجے بلند کرنے اور ذکر کو بلند کرنے کا آپؐ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا اب آپؐ اخلاق میں اس قدر بلند وبالا ہو چکے ہیں اور آپؐ کے کردار کی عظمتیں اس سطح تک پہنچ چکی ہیں کہ آپؐ کے اخلاق پر اللہ نے اخلاق الٰہیہ کا رنگ چڑھا دیا ہے اور آپؐ کی صفات الٰہیہ کا مظہر اتم بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۸﴾ (التوبۃ) ''بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔''

درج بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے روف اور رحیم جو کہ اس کے اپنے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں، اپنے حبیب ﷺ کے لیے بھی یہی الفاظ بیان فرما کر آپؐ کے اخلاق وصفات کی عظمت پر مہر ثبت کر دی کہ اب کائنات ارض وسماء میں اخلاق کردار کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے اگر کسی کو ماڈل بنانا ہے تو صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اخلاق اگر کسی کے ہیں تو محمد عربی ﷺ کی ہستی ہی ہے اب چونکہ اللہ تعالیٰ کو تو نہ کسی نے دیکھا ہے نہ کوئی دنیا میں دنیا کی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے اس لیے اتباع کے لیے پیکر اخلاق حسنہ تمام بنی نوع انسانیت کے لیے حضور اقدس کی حیات مبارک کو ہی قرار دے دیا گیا۔ اللہ رب العزت نے سورۂ آل عمران آیت 31 میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمران) ”(اے حبیب!) آپ فرمادیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔“

گو اب اگر کوئی بارگاہ خداوندی میں محبت اور قربت کا طلب گار ہے تو اسے اتباع مصطفیٰ ﷺ اختیار کرنا ہوگا۔ کوئی اللہ کی بندگی پانا چاہتا ہے تو اسے پہلے اپنی گردن میں محمد ﷺ کی غلامی کا پٹہ ڈالنا ہوگا، کوئی بارگاہ خدا تک رسائی چاہتا ہے تو پہلے بارگاہ رسالت مآب تک پہنچنا ہوگا۔ کوئی اخلاق الٰہیہ کا طلب گار ہے تو اسے اخلاق مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنا ہوگا۔

پیغمبر اسلام دنیا کے کامل ترین انسان ہیں کیونکہ زندگی میں بیک وقت اس قدر جامع اور متنوع اوصاف آپ میں نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا نہیں دیکھے اور یہ کمالات اور اوصاف کسی میں کبھی یکجا نہ ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ نے نہ کبھی اپنے برا کہنے والوں سے بدلہ لیا بلکہ اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کی لیکن دین کے دشمنوں کو انہوں نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم اور عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے۔

ایک شخص حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے آیا لیکن رعب نبوت سے کانپنے لگا حضور ﷺ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔ الغرض اخلاق کی تمام اعلیٰ خوبیاں اور اوصاف حضور ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اور آپ کی سیرت مطہرہ ان تمام اخلاقی صفات کا جامع پیکر نظر آتی ہیں جو تاریخ نے کسی ایک انسان میں کبھی یکجا نہیں دیکھے۔

یہ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک ہی ہے کہ جس کے توسل سے انسان ظلمتوں اور تاریکیوں میں بھٹکنے کی بجائے صراط مستقیم پر آئے اور روشن منور راہوں پر گامزن ہو کر معرفت الٰہی کے جام پیئے جس کے ذریعے دولت ایمان ملی اور جس کے ذریعے عرفان حق نصیب ہوا۔ جس کا وجود ہر نعمت کی تخلیق اور فروغ کا باعث بنا آپ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷﴾ (الانبیاء) کہہ کر سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت قرار دے دیا۔ آپ تاجدار ختم نبوت کا تاج پہن کر آئے اور لا نبی بعدی کا مژدہ جانفزا سنا دیا۔ آپ کو اللہ رب العزت نے ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱﴾ (الکوثر) کہہ کر سارے خزانوں کی کنجیاں تھمادیں آپ کا سینہ الم نشرح ہے تو چہرہ والضحیٰ اور زلفیں واللیل ہیں اور محبوبیت کا عالم یہ ہے کہ خود رب کائنات اس کے سارے فرشتے آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ وہ نبی ہیں کہ جن کا مقام مقام محمود ٹھہرا۔ جن کے ذکر کی رفعتوں کا عالم یہ ہے کہ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کہہ کر جس کا ذکر ہر شے سے بلند کر دیا جس کی نبوت و رسالت کو اتنی فضیلت عطا ہوئی کہ ﴿اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ (الاعراف:158) تمام کائنات ارض وسماں کے لیے جو ہر زمانے اور دور کے انسانوں کے لیے پیغمبر آخر الزماں بن کر آئے، جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت قرار پائی جن کی ہر ہر ادا اللہ کا امر اور فعل قرار پائی اور جن کے اخلاق کی بلندیوں کی گواہی خود رب کائنات نے ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴﴾ (القلم) کہہ کر قرآن میں بیان فرمادی۔ آپ کی سیرت اور حیات مبارکہ کا ہر لمحہ پیغمبرانہ ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کی اپنی توحید کی دلیل اگر کسی کو قرار دیا تو حضور ﷺ کی حیات مبارکہ ہے۔ سیرت محمدی سچائی اور دیانت داری کا ایسا پیکر کہ ہے دشمن بھی صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو جائیں۔

مگر صد حیف کہ جس امت کے نبی کی بعثت کا مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل قرار پایا ہو جس نے اخلاق کو اعلیٰ ترین اخلاقی اور روحانی اقدار سے نوازا ہو اس کی امت کا اخلاق و احوال نہایت پستی کی حالت اختیار کر چکا ہے۔ آج اغیار نے ہمارے نبی کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر انسانیت اور اخلاق کی عظیم مثالیں قائم کر رہے ہیں۔ آپ اقوام مغرب کو دیکھ لیجئے سچائی، راست بازی، محنت، عدل و انصاف اور اخوت و ہمدردی جیسے اعلیٰ اخلاق اوصاف کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کسی کی ذاتیات میں دخل اندازی ہرگز نہیں کرتے محنت کو عار نہیں سمجھتے، اپنے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ چوری، غیبت بلا اجازت کسی چیز کو استعمال کرنے کی عادت ہی ان میں نہیں پائی جاتی۔

آج اگر وہ دنیا میں کامیاب اور ترقی یافتہ ہیں تو یقیناً یہ وہی اصول وضوابط ہیں جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں جو قرآن نے بتائے تو رسول اللہ ﷺ نے عملی زندگی میں کر کے دکھائے۔

آج بھی ترقی و کامرانی کا راز سیرت نبوی ﷺ کی پیروی میں ہے۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے نظام تعلیم، نظام معیشت و معاشرت الغرض زندگی کے تمام پہلوؤں کو حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں سے ہم آہنگ کریں اور سیرت محمدی ﷺ کو کامل اسوۂ حسنہ اور اپنے لیے بہترین ماڈل بنا کر اپنی سیرت و کردار پر مصطفویت کی چھاپ لگا کر غلامان مصطفیٰ ﷺ بن کر اپنی زندگیاں گزاریں۔

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 37 سال، تعلیم ACCA (پارٹ II) ذاتی کاروبار، کے لیے صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4374546

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم فل اکنامکس، قد "1 .'5، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے لاہور سے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-6667772, 0345-4444556

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، بی ایس (ماس کمیونیکیشن) صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم اور لاہور کا رہائشی قابل ترجیح۔
برائے رابطہ: 0321-4962207

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

یہ آندھیوں سے اندھیروں کا اتحاد ہے کیا؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اخباروں کی شہ سرخیوں پر مسلسل مہنگائی کی اطلاعات کا قبضہ ہے۔ قوم کے رہنما 'گرانی فری زون' میں رہتے ہیں۔ خطِ غربت سے نیچے خطِ افلاس مزید کی پاتالوں میں آئی ایم ایف نے لے جا پھینکا ہے۔ یہ گلوبل چودھریوں کے لیے لڑی طویل جنگ کا ماحصل ہے۔ دیدہ ودل سمیت کیا کچھ فرشِ راہ نہ کیا۔ ہوائی اڈے، سڑکیں ان کی ہمہ نوع ضروریات سے لدے ٹینکروں، ٹریلروں سے پامال ہوتی رہیں۔ اب امریکی کس سکون سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر ہمارے حالات کی تباہی پر تبصرہ کناں ہیں۔

ٹی ٹی پی کے معاملات پر وجہ بتاتے ہوئے ٹام ویسٹ (امریکی نمائندہ برائے افغانستان): چونکہ انہیں سرحد پار دھکیلا گیا تھا تو یہ مشکل صورت حال اب درپیش ہے۔ کیوں دھکیلا تھا؟ امریکا کی خاطر! ڈیو سمتھ، اسلام آباد میں سابق امریکی سفارت کار کا ارشاد ہے کہ 'کئی سالوں تک ہم پاکستان کو افغانستان کی نظر سے دیکھتے رہے، اور اب گزشتہ دو سالوں میں زاویہ نگاہ بدل گیا ہے۔' یقیناً آپ کی نگاہ کا بھینگا پن تو ہم بھگت رہے ہیں۔ یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں! ٹام ویسٹ کا کہنا یہ بھی ہے کہ 'پاکستان، افغانستان میں امریکی مقاصد کی تکمیل میں مدد دے رہا ہے۔' اس سب کے باوجود آئی ایم ایف! 'تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو'۔ بجلی کے پے درپے جھٹکے دے کر، گیس چڑھا کر قوم کو دم پخت کیا جا رہا ہے۔ حکومت محض مہنگائی چڑھانے کی نگرانی پر مامور ہے۔ پٹرول کی گرانی سے گاڑیاں اور بسیں خاموش کھڑی منہ تک رہی ہیں۔ اس یلغار نے ہوش گم کر رکھے ہیں۔

کراچی میں علماء کی ٹارگٹ کلنگ کا نیا سلسلہ از سرِنو شروع ہوگیا ہے۔ کشمیری مجاہدین کے بعد گزشتہ ایک ہفتے میں دو علماء شہید کیے گئے۔ یہاں اور جڑانوالہ میں بھی 'را' کے نیٹ ورک کی خبر دی گئی۔ ایک طوفانِ عظیم برپا ہوا۔ توہین کے ملزمان پس منظر میں چلے گئے۔ مظلومیت کی گہری دھند میں حقائق چھپ گئے۔ توہین مذہب قانون پر لگے ہاتھوں بحث مباحثے کا بازار سیکولروں نے اٹھا کھڑا کیا۔ ہمارے بے شمار تفتیشی ادارے دشمن ایجنسیوں کا پیچھا کر کے مجرم کیوں نہیں پکڑتے؟

فون ڈائل کریں تو ہمیں منشیات کے حوالے سے چوکنے اور چوکس رہنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے پیاروں پر نظر رکھیں۔ حکومتی اہلکاروں پر نظر ڈالیں تو حالیہ لرزہ خیز رپورٹ جوائنٹ نارکوٹکس یونٹ لاہور پولیس کے سابق سربراہ کی آئی ہے (ڈان۔ 13 ستمبر) وہ ہمارے کرپشن زدہ گلے سڑے نظام کا ایکسرے ہے۔ نوجوان ملک بھر میں طاقتور حکومتی سرپرستی میں چلتے نیٹ ورک سے جا بجا منشیات کا لقمہ تر بن رہے ہیں۔ پکڑے جانے والا ریٹائرڈ ڈی ایس پی، مظہر اقبال بھارت سے بذریعہ ڈرون منشیات (آئس) اسمگل کرنے کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا۔ گزشتہ ماہ ساڑھے سات کروڑ رشوت لیتے پکڑا گیا۔ اس کے عوض اس نے احمد کی 35 کلوگرام منشیات اور تین گاڑیوں کو صرف 450 گرام ظاہر کر کے چھوڑا تھا۔ قانون کی سختی، پاسداری ملاحظہ ہو کہ اقبال، 6 مرتبہ ملازمت سے نکالا گیا، 45 مرتبہ انہی کارناموں پر معطل ہوا۔ ڈی ایچ اے لاہور میں چار کنال کے محل کا باسی وہیں مزید 7 گھروں کا مالک ہے۔ اہم سیاسی شخصیات اور پنجاب کے سینئر پولیس افسران کا منظورِ نظر رہا ہے۔ ادھر افغان حکومت نے نشیوں (امریکی باقیات) کے لیے پرانے امریکی اڈے کو نشہ چھڑانے کا مرکز بنا دیا۔ جگہ جگہ رلتے افراد کو مضبوط ہاتھوں سے کنٹرول اور علاج کر رہی ہے۔ والدین بے غم ہیں کیونکہ حکومت دردمندی سے قوتیں اور (نہایت محدود) وسائل لگا کر انہیں بحال کر رہی ہے۔ یہی اسلامی حکومت کہلاتی ہے، عوام کی خیر خواہ۔

سرحد پار سے صرف منشیات ہی نہیں، مسلمانوں کی حالتِ زار اور ہماری بے حسی بھی اذیت ناک ہے۔ مہاراشٹرا میں ڈیڑھ دو سو ہندو تیز دھار اسلحے، آہنی ڈنڈوں، گرینائٹ سے لیس ایک مسجد میں موجود نمازیوں پر پل پڑے۔ ہجوم نے نور الحسن، 31 سالہ نوجوان انجینئر کو آہنی راڈ سر پر مار مار کر خون میں نہلا کر قتل کیا۔ 14 مسلمان زخمی ہوئے۔ قرآن اور دینی کتب جلائیں۔ مسلمانوں کی ریڑھیوں، گاڑیوں پر حملے توڑ پھوڑ کر کے لوٹا۔ دہشت گردی کی انتہا کر دی۔ یہ نفرت انگیزی، یہ نسلی منافرت! دنیا مسلمان کے لیے اندھی ہو چکی حتیٰ کہ پورے مشرقِ وسطیٰ میں مسلسل خوفناک مظالم پر بے حسی، بے دردی حیرت انگیز ہے۔ امت بے حس ومفلوج ہوئی پڑی ہے۔ یہ آندھیوں سے اندھیروں کا اتحاد ہے کیا! زندگی کے آثار اب کسی درجہ بھارتی اپوزیشن میں نظر آ رہے ہیں۔ یا پھر معروف انصاف پسند بھارتی صحافی، لکھاری اور مصلح ارون دھتی رائے مسلم حقوق کی پامالیوں پر مضبوط، برملا آواز ہے۔ اندھے بہرے گونگے بھارت میں مظلوم اقلیتوں کے حق میں وہ سب کہہ گزرتی ہیں۔ الجزیرہ ایسے معاملات بہت عمدہ رپورٹ کرتا ہے خواہ اس خطے میں کان پر جوں رینگے نہ رینگے! G-20 اجلاس انسانی حقوق کے حوالے سے نہایت مایوس کن تاثر چھوڑ گیا ہے۔

موجودہ دنیا کے 20 طاقتور ترین مودی کو مضبوط کرتے ہوئے کیا نہیں جانتے کہ ان کی آمد کے لیے 3 لاکھ لوگ بے گھر ہوئے۔ صرف ان کی شان بڑھانے کو کتنے خاندان اجڑے، بے روزگار ہوئے، ان کی دو دن کی میزبانی کی قیمت ان کو بھوکا مار کر ادا کی گئی۔ جھوٹے الفاظ لکھے جگمگا رہے تھے۔ G-20: 'ایک زمین، ایک خاندان، ایک مستقبل!' یہ ایک خاندان، گلوبل ویلیج کے عالمی لٹیرے حکمرانوں پر مبنی (بائیڈن، میکرون، مودی جیسے) گلا سڑا نظام ہے، جس میں دنیا بھر کی دولت پر قابض ایک فیصد، 99 فیصد کی گردن پر جوتا رکھ کر جمہوریت کی جھوٹی راگنی گاتے ہیں۔

ارون دھتی رائے سے G-20 کی میزبانی اور اقلیتوں سے بدسلوکی بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''میرا نہیں خیال کہ کسی کو بھی اس کی پروا ہے۔ یہاں ہر کوئی مواقع کی تلاش میں ہے۔ انہیں کوئی تجارتی، فوجی ساز وسامان کا معاہدہ/ سودا میسر آ جائے۔ جغرافیائی سیاسی افہام وتفہیم ہو جائے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہاں آنے والوں کو یہ پتا نہیں کہ بھارت میں کیا ہو رہا ہے۔ مگر حکومتوں کے اپنے ہی ایجنڈے ہیں۔ سبھی کی آنکھیں ڈالروں سے چندھیائی ہوئی ہیں۔ وہ

یہاں ایک ارب انسانوں کی بہت بڑی تجارتی منڈی دیکھ رہے ہیں۔ تاہم یاد رہے کہ جب ملک جنگ اور افراتفری کا شکار ہو جائے تو تجارت یا منڈی باقی نہیں رہتی۔ بھارت کی خوبصورتی اور عظمت کو گہنا کر اسے ایک کف آلود حقیر، غراتی کیفیت لیے پرتشدد شے بنایا جا رہا ہے۔ جب لاوا پھٹے گا تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔'' ان کا کہنا تھا کہ '' ہمیں صرف لیڈرشپ نہیں متعصب ہندوتوا عقیدے والی آبادی کے اس حصے سے بھی ڈرنا ہے جس نے سڑکوں گلیوں کو اقلیتوں کے لیے خطرناک بنا دیا ہے۔ ہم یکے بعد دیگرے دیوانگی سے بھرپور بدترین مظاہر دیکھ رہے ہیں۔ (جنوں کے خون میں ڈوبے ہوئے نہائے ہوئے!) سات سالہ بچے کے منہ پر برسائے جاتے ہندو بچوں کے تھپڑ۔ منی پور کی سول وار۔ جہاں برہنہ کی جانے والی عورت کو منی پور پولیس نے خود ہجوم کے حوالے کیا۔ لرزہ طاری کرنے والی ہے یہ واردات۔ مسلمانوں کو زندہ جلانے اور تشدد سے مار ڈالنے والے ہندو، مذہبی جلوسوں کی قیادت کر رہے ہیں۔ حکومت نے ان 14 (ہندو) مردوں کے معافی نامے پر دستخط کر دیے جنہوں نے بلقیس بانو سے اجتماعی زیادتی کی تھی اور اس کے خاندان کے 14 افراد کو قتل کیا تھا۔ اب یہ (قاتل) معاشرے کے باعزت افراد ہیں! (حالانکہ انہیں ملک کی سب سے بڑی عدالت نے عمر قید کی سزا دی تھی) ارون دھتی کا کہنا تھا کہ ہم بہت خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں۔''

ہمیں پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے ہندوتوا کے اس چڑھتے اُمڈتے سیلاب کو سنجیدگی سے دیکھنا ہے۔ G-20 میں عالمی حکمرانوں کے تضاد پر نظر رہے جو سیاسی اسلام پر تو بھڑک اٹھتے ہیں، سیاسی ہندوتوا اور صہیونیت بھرا اسرائیل محبوب اور آنکھوں کا تارا ہے۔ اپنا گھر اگر ہم نے سیاسی اور معاشی طور پر نہ سنبھالا، درست نہ کیا، افغانستان سے حقیقت پسندی سے معاملات نہ سدھارے تو مستقبل خدانخواستہ اندیشوں اور خوفناک خدشات میں گھرا ہے۔ کیا عجب ہے کہ چین تو افغانستان میں اپنا سفیر متعین کر کے اسے تسلیم کرنے میں پہل کر لے اور مسلم پاکستان بجائے (تلافیٔ مافات کے) آگے بڑھ کر سفیر متعین کرنے کے ہرجائی امریکا کی خاطر پہلوتہی کر رہا ہے؟ بھارت کے مقابل کھڑے ہونے کو یہ از بس لازم ہے۔ کفر ملت واحدہ ہے۔ مشرق وسطیٰ کے امراء ڈالر پرستی میں امت اور اخوت سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم! محبت سے ملک بھر میں، بڑی محنت سے امریکا کی خاطر مول لی گئی دشمنیوں کی رفوگری کی ضرورت ہے۔ آپریشن در آپریشن کر کے آبادیاں ہم نے اپنے ہاتھوں اجاڑیں۔ زخم زخم اپنوں کو، اتحاد و تنظیم میں پروئیں۔ دنیا پرست، خود پرست سیکولرازم سے نکل کر ایمانی سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دکھوں، بربادیوں کا علاج صرف خالق کے پاس ہے، کیونکہ پاکستان کا خالق بھی بس وہی ایک ہے! رہے نام اللہ کا!

۞۞۞

اقوالِ زریں

۞ اپنے راز کو اپنے دل میں رکھو اس سے تم بھی سکون میں رہو گے اور تمہارا راز بھی محفوظ رہے گا۔

۞ زندگی استاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

انسدادِ سود کی کوششوں کا دورِ ثانی 2012 سے شروع ہوتا ہے۔ تنظیم اسلامی کی مرکزی سطح پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ میں انسدادِ سود کا معاملہ سپریم کورٹ آف پاکستان سے ریمانڈ شدہ 2002 سے معرضِ التواء میں پڑا ہے' لہٰذا کوشش کی جائے کہ اسے سماعت کے لیے''Fix'' کروایا جائے۔ چنانچہ 4 اگست 2012 کو ایک درخواست بعنوان "Application to Fix for Hearing" خالد محمود عباسی (تنظیم اسلامی کے ایک سابقہ ذمہ دار) بمقابلہ فیڈریشن آف پاکستان بذریعہ سپریم کورٹ کے وکیل کوکب اقبال صاحب' فیڈرل شریعت کورٹ میں داخل کی گئی' جس میں انسدادِ سود کی سابقہ کوششوں اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے 1999 اور 2002 کو بنیاد بناتے ہوئے یہ استدعا کی گئی کہ:

" It is therefore, respectfully prayed that the above case (PLD 2002, SC 800) may kindly be ordered to be fixed for hearing at a very early date convenient to this Honourable Court."

اس درخواست کے جواب میں 17 اگست 2012ء کو فیڈرل شریعت کورٹ کی جانب سے یہ جواب وصول ہوا کہ چونکہ درخواست گزار متذکرہ بالا کیس میں ایک ''پارٹی'' نہیں ہے اور چونکہ یہ درخواست فیڈرل شریعت کورٹ کے Procedure 1981 کے مطابق نہیں' اس لیے یہ درخواست رد کی جاتی ہے۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 517 دن گزر چکے!

No one knows this secret that a Believer,
Though looks like a reciter, is in reality Qur'an

The essence of the Holy Book lies in the particular gnosis which is called Iman or faith. No doubt the Qur'anic laws and precepts about the practical aspects of life are of immense importance in their own right. But compared with the essence which is constituted by its teachings regarding Iman, the legal aspects of the Qur'an are of secondary significance. Without the prior acquisition of this inner faith, deliberation upon the Qur'anic laws is of hardly any value. This point was very aptly conveyed in a statement of the Prophet's Companion, Hadrat Ibn Abbas *(RAA)*:

((تَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ))

(رواہ النسائی: عن علی بن ابی طالب و عن ابی عبیدۃ الجراح)

We first learned Iman and then we learned the Qur'an.

<u>Ref</u>: An excerpt from the English translation of the Book "اسلام کی نشاۃ ثانیہ : کرنے کا اصل کام"byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

<u>End Notes</u>:

1 Note the two quotations on the inside back cover of this book indicate that Maulana Abul Kalam Azad first had the idea of starting an academic movement in 1915. He proposed to establish *"Darul-Irshad"* for this purpose. Later Maulana Abul Ala Mawdudi proposed to establish *"Darul-Islam"* for the same purpose.

2 According to Qur'anic Philosophy, a true knowledge of one's own deeper self necessarily leads to awareness of the ultimate Self or God. There are also Prophet's sayings to this effect.

3 A verse of Dr. Iqbal from the poem Mard-i-Musalman in Darb-e-Kaleem. *Kulliyat-e-Iqbal*, P.682. Fazlee Sons (PVT) Ltd, Karachi.

The Real Task Ahead (I)

For this reason, the most essential task to be undertaken is to launch a high-powered academic movement which brings about a real change in the educated elite and intelligentsia of the society, taking them from the darkness of materialism and atheism to the light of faith and belief[1]. This movement should be aimed at inducing in them a worshipful attitude and a heightened self-awareness[2]. This objective can only be achieved at a strictly academic level through a cogently reasoned presentation of Islamic beliefs and a strong refutation of atheistic and materialistic philosophies. In this connection a point must be borne in mind. Since in our age fast means of communication have considerably increased mobility and the whole world can be looked upon as one human family, the aforesaid academic level of discussion will not be limited to one particular country. Rather it would be required to come up to the highest standard of sophistication found anywhere in the world. This colossal work must be extremely painstaking. But the vision of an Islamic renaissance which does not fulfill this requirement, is like living in a fool's paradise.

The first thing essential for this movement is to get in its fold such intelligent and talented young people who have a keen desire for knowledge and whose minds and souls are burning for the attainment of truth. These young individuals must experience an inner feeling that the ultimate reality is far from the realm of sensuous objects. The passionate desire in them for acquiring knowledge and discovering truth should be so intense that, paying no heed to petty cravings for worldly comforts and bright professional careers, they are prepared to dedicate all their lives for the achievement of this end.

These young dedicated research-workers will have to take a deep and critical look into the entire history of human thought from its earliest stages to the present day. Logic, metaphysics, psychology, ethics, and theology would become the central subjects of their study and reflection, though due attention will also be given to the social and physical sciences. Along with this thorough and critical study of human thought, it would be essential for them to study the Holy Qur'an, the last and most comprehensive Divine Revelation, in order to discover its truths. And if after a long and laborious study of human knowledge and Qur'anic wisdom, the beacon-bright message of the Qur'an becomes crystal clear to them, their minds and souls vibrate with its statements, the Qur'anic teachings about the nature of the outer world and of their own souls *(afaq wa anfus)* satisfy them completely and they experience an inner contentment as a result of this enlightenment, then they will have attained the true faith.

Only these individuals will possess excellence in true knowledge and wisdom. Instead of mental disruption and moral lewdness, their knowledge will lead them to greater fear of God's justice and punishment. Their personalities will be embodiments of the Qur'anic verse:

(إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا) (الفاطر: ٢٨)

Only those fear Allah from amongst His slaves who are the people of knowledge. *(Al-Fatir, 35:28)*

Also their personalities and character will bear witness to the truth of a poetic line[3]:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.37

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore